یعنی

تذکرہ سرخوش

دلاوری

کلمات الشعرا

مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہد عالمگیر

تالیف
محمد افضل سرخوش

بتصحیح
صادق علی دلاوری ایم اے الیفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جسے
شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور
نے
دین محمدی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام
ملک محمد عارف خاں پرنٹر چھپوایا

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی۔لاہور

تذکرۂ کلمات الشعراء جس کی شاید یہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے، اس میں عہد جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔اس کا مصنّف محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وہ خود ملا ہے۔اس بات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے،

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں[1] لیکن ان میں سے جو اب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالخصوص وہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شائع نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؔ تھے۔چونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متأخر ہے لہٰذا مورّخین کی توجّہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ علاوہ اس کے چونکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اس لئے علمی دُنیا میں اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع

---

[1] رسالہ اورنٹیل کالج میگزین (بابت سال ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۲ء) میں تقریباً ایک سو چالیس فارسی تذکروں کی مفصّل فہرست شائع ہوئی تھی۔

شاگرو مراد چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدا یند۔"

مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ" میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "در ہند سہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش۔"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

"در ان ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ......
..... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ۔"

۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفی عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دنیا مراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجا لاتے رہے چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصّب اور اہل یورپ کی بد مذاقی اس بے توجہی کے دو بڑے سبب ہیں'

ہندوستان کے فارسی مصنّفین کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خُدا کا شُکر ہے کہ ہمارے مُلک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصّہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے،

مسٹر صادق علی دلاوری نے تذکرۂ کلمات الشعراء کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وُہ ہمارے شُکریہ کے مُستحق ہیں۔ یہ تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبُول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نُسخے ہر کُتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبُول اور مفید کتاب کو شائع کرنا ازبس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبُوعہ متن پنجاب یُونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نُسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالاتِ جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نُسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتّب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شُبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے،

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد اقبال

محمد افضل سرخوش

۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جدِ امجد میر لعل بیگ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے۔ جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوتے۔ سرخوش محمد زاہد کے دُوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی۔ بچپن ہی میں شعر گوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہو گئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علیؒ از یاران قدیم بود و در خورد سالگی یکجا بہم مشق سخن میکردیم وصحبتہا میداشتیم"۔ شروع میں اپنے برادر بزرگ خیرالدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کی عمر ہو گی کہ ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا۔ اُس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

برزنخدان تو خالِ سیہی افتاد است ہمچو دلو یست کہ بالای چہی افتاد ست

گھر پہنچکر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سُنایا وہ بہت خوش ہوتے۔ اس ہونہار بچّے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین وجمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست بالائی علم چو گل بشاخ رعناست

نی نی غلطم کہ آفتاب محشر یک نیزہ برآمد و قیامت برپاست

اِس رُباعی سے تمام میان دواب میں ایک غلغلہ بپا ہو گیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد رہائی وغیرہ سرخوش کے والد کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح چمکنے والا ہے

اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اس کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھکر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہر کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی کہ اب ان کی اصلاح بھائی کے بس کا کام نہ رہا۔ ملا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہر کی خدمت میں لیگئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہو گیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے لطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہر پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی لیکر آتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلا سکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعرا میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھئے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجئے۔ سرخوش لکھتے ہیں:۔

"روزی بخانہ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند   میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر بگوید۔ روز دیگر در خانہ دانشمند خان بشاہ ماہر دوچار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم حکیم گفت او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد و الا من کی لیاقت اُستادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برائی شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد مراد چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدا یند"۔
مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ"۔ میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "در ہندسہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش"۔

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔
"در ان ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ...... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آن خدمت در دار الخلافہ بآسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ"۔
۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفی عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دنیا مراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجا لاتے رہے چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

"ہرچند در عالم جوانی در پی دولت و دُنیا و تلاش منصب و جاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشانرا سرمایۂ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلۂ خدمتی بعلوفۂ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوّف و عرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معزؔ اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معزؔ کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلباء سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اُٹھالو اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوّف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعراء میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجّادہ نشینی خود را بیان واقع بتعمیۂ لطیف درست کردہ در رُباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال | مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جہانی بہ نیاز | تاریخ شدہ خلیفۂ شاہ جلال"

کارِ خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لیے دو حویلیاں حوض و فوّارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ طبیعت میں فیاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کارِ خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعراء میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رُباعی میں بیان کی:۔

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جلّ | آراستہ این مسجد پر زیب و حلل
اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست | دل گفت کہ مسجد محمد افضل

۱۱۱۵

شکایت زمانہ

• باوجود بزرگ زادگی و قناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔
فرماتے ہیں ۔

"حق تعالیٰ مارا در زمانہ انداختہ کہ ہر چند زمین را بآسمان دوختم ردی و لی بلکہ توجہی ہم از کسی
ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بران گروہ بہ باید گریست کز پس ما	حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعرا میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ
حسن طلب کے ذریعہ عنایت و کرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔
یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ ما بخشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کردہ ساقی نامہ
و تعریف خمخانہ بنام وی گفت۔ دران مثنوی بہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خمخانہ
است ؎

سر انگشتش بجود از یک اشارت	دہد سرمایہ دریا لتجارت
بدر کی ہمتش دستی رساند	کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چوبداری رفتہ خانۂ سرخوش دیدہ بیاید۔ روبمن کردہ گفت
یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحدہ کردہ ام۔ چون محقر یست بخانۂ شما میفرستم۔
دیگر بر در تغافل زد۔ چندروز فقیر از خانہ بر نیامد کہ مبادا عطیۂ ایشان بیاید و مرا در خانہ
نیابند۔ انتظارہا کشید آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار برد ند کہ شاعری در مدحش قصیدۂ
گفتہ آوردہ در مجلس برخواند ترک شنیدہ محظوظ شد و گفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدہم۔
شاعر دم صبح باربردار و جوال و ریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدار غ برخاستہ
بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ باربردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔
امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی
گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار و جوال و ریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز بیک رُباعی رسوای عالمش ساخت۔

ای پنجۂ توز دامن ہمت دور   بر دولت بی فیض دباغت مغرور

بی ہمتی و نام تو ہمت خان است   برعکس نہند نام زنگی کافور"

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکمل محمد افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود"

گلِ رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوشتر لکھا ہے اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش۔

بیغم بیراگی (یہ بھی ہندو تھے)

شیخ سعد اللہ گلشن

عبدالرحیم کمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۶ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل زہد" سے اور حکم چند ندرت نے "جہاں رفت آہ عارف پاک"

سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرای قرار دادۂ ہندوستان است۔ نسخۂ کلمات الشعراء تصنیف نمودہ۔ خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاہ شہید در خدمت او رسید و چون از حلیہ بصارت در آنوقت ہر دم چشمش عاری شدہ بود۔ دیوان خود را بفضل اللہ نام پسر خود کہ بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص می نمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔ داد کہ پیش فقیر بخواناد۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راہ ادب عذر ہمراہ نداشتن سفینہ آوردم۔ آنمرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم ؎

افتادگیست پایۂ نشو و نمائی من

نخلم چو گرد باد ز خاک آب میخورد

و این رباعی نعت۔

امّی لقبی کہ ہست دارائی سخن	از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکہ جہان کرد از و کسب علوم	گردید سواد سایہ اش ہم روشن

بمجرد شنیدن سر مرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسہ داد و فرمود کہ تا حال فکر ہیچ نوجوانی باین پایہ ندیدہ ام۔ بہر حال خدا ایش بیامرزاد۔ انصافی کہ در مزاج آن عزیز بزرگ دیدہ شد کم بنظر آمدہ۔ در طبع میرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش بایران رسیدہ و نصر آبادی داخل تذکرہ نمودہ۔ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادۂ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ و کفی بہ شرفا با میرزا عبد القادر بیدل معاصر و ہمطرح بود در رباعیات او خیلی معانی تازہ دارد و بسیار عارفانہ گفتہ۔ سال سیوم یا چہارم محمد فرخ سیر بادشاہ از جہان رفتہ۔ رحمۃ اللہ علیہ مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و بادا گفتہ ؎

بہم نیاید چو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی برآمد اللہ اللہ از زبانِ ما"

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کیجاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں:-

"در حسن ابدال غلغلہ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت ؎

میر معز — ہیچکس آگہ ز شرح اشتیاق ما نشد — نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد
سرخوش — ہیچ دل از زینتِ دنیا نشاط افزا نشد — عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبد العزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکرہا میکردند و غورہا می نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چون دم از شاگردی میر میزند تواضعًا میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ مادر نمی یابیم باری خود بیان کن۔ گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است واز من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف"

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پنتالیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) نظم مثنوی نورٌ علیٰ نور۔ جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی۔
مطلع:- شیشہ از قلقل حکایت می کند — غمزۂ ساقی روایت می کند

مثنوی حسن و عشق مشتمل بر قصۂ سسی و پنوں

ساقی نامہ

مثنوی قضا و قدر

مثنوی در بعض خصوصیات ہندوستان

جنگ نامہ محمد اعظم شاہ

(نثر) جوش وخروش

کلمات الشعرا

دیباچہ دیوان

(دیوان میر معز و ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)

ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید دو تصنیفات کا ذکر کیا ہے

(۱) مثنوی در تعریف حسنخانہ۔

(۲) رسالہ روائح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

گل رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد غزلیات رباعیات اور متفرق نظمیں تھیں۔ لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔

جملہ تصنیفات میں صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبرد زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے روشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گل رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ دیوان کے متعلق سرو آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا۔ لیکن باوجود سعی بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی[1]

خصوصیات کلام

آب ہمارے پیش نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

---

[1] غالباً سرو آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۶ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا یہ سرخوش مظفر الدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

تاثیر، پختگی وغیرہ۔ طرزی سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ تو باکی طرز سے رغبت رکھتے تھے طبیعت کا میلان نازک خیالی کی طرف زیادہ تھا۔ میر معز اور میرزا محمد علی ماہر اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے ان ... شعروں کے علاوہ میرزا بیدل اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے تھے جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند کہ مرد بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ (مرزا خلیل مذکور ریہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشان میکناند ومیگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعر من از میرزا میپرسیم کہ این کدام بندگی است۔ میگوید حضرت مرتضی علی ولی اللہ کرم اللہ وجہہ من دو بارہ سر در قدم مبارکش گذاشتم۔ دست بر پشت من زدہ مرا بر داشتند فرمودند کہ سرخوش ہیچ تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنین است حال آنکہ ہیچو من در عصر من اکثر اعزہ ہستند۔ مرزا محمد کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب دو صفت کمالی بیت

فرمہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل — عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

مرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یابیست ہیچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست۔"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی۔ محمد علی ماہر۔ میر معز وغیرہ بہت سے اعزہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجوگوئی کی ایک مثال اوپر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے۔

"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست و زیبا نیرا، بدرت این ناکسان آلودن عارمی داند و مقرر شعر است کہ قابل مدح را قابل ہجو نیز میدانند۔ دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو اما بہر حال ہجو شان لازم است ؎

جز ہجا کلک سزاوار نیست — مار کہ زہرش نبود مار نیست

گاو بست زمین گرفتہ بر شاخ — بر پوزش عقرب ہی نمایان

بیچارہ بسرش چو باد نخوت — نیشی زندش بامر یزدان

آن گاو بہ پیش اہل دانش — صاحب دولت بود بدوران

اینہم ز غرور حشمت و جاہ — بر تابد چونکہ سر ز فرمان

بر پوزش ہست نیز لازم — نیشی ہجوی ز نکتہ سنجان

خودستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریریں جا بجا خودستائی کی جھلک نظر آئیگی۔ لیکن اس کے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرتے وقت مصنف کے احول اور رواج زمانہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ سرخوش بدقسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جب کہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سردمہری کا شکار ہو چکی تھی۔ بادشاہ کا زہد خشک شاعروں کی تعریف کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علی دین ملوکہم۔ امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدر افزائی تو درکنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ اندریں حالات اگر سرخوش کو اپنے مرتبہ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو ہم کو ان کے لئے انہیں مطعون کرنے کے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

کلمات الشعرا

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ ہو۔

"پوشیدہ نماند عزیزانی کہ پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرہ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال واشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمین ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارند

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بجاست لہذا شمہ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایہ معنی یابی را بمعراج کمال رسانیدہ اند و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ و با بعضی نسبت ہمعصری داشتہ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم در آوردہ بکلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ۔"

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعرا تاریخی نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ سنہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات سنہ ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو ۱۱۰۸ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادرزادہ جس کا نام اسد اللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیرِ خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد ۱۱۱۵ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۱۱۵ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں۔

"از وقتیکہ بہ تسوید این نسخہ غریبہ پرداختہ ام چہار پنج مسودہ بدستخط خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام۔ ہر مسودہ را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جابجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل بکیست امّا در کثرت عبارات تغیّر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزّۂ دیگر داخل شدہ۔ قصّہ کوتاہ کہ این نسخہ ناسخ جمیع مسودہاست ہر کہ سابق دارد بتسوید این رایجان برابر دارد۔ از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمین قسم سطر بموافق سطر بنگارد۔ والسّلام[۱]"

شہرت واہمیت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اُتار کر لے جاتے اور دُور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اُس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں۔

اس کی اہمیت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اُس زمانہ کے شعرا کے حالات سے ہمیں رُوشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کس مپرسی کے

---

[۱] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا۔ کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنھوں نے سرخوش کو دوبارہ نظر ثانی پر مجبور کیا۔ مثلاً اس نسخہ میں بھی آمانی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں۔

عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعر و سخن کی کساد بازاری کا زمانہ ہے لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی۔ کمی تھی تو محض قدر دانوں کی۔

ماخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسویخان کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین اُستادانِ سُخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرز تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان و سادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف و شُستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتیّ الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹۔ نقطے ندارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سُرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوتے ہیں۔ طرزِ تحریر نسخہ (ا) سے بالکل مختلف ہے کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام و سنِ تحریر درج نہیں۔ زیادہ پرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان سنہ ۱۲۶۱ھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ۱۹۹۹ء ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پرانا معلوم ہوتا ہے کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پہ ایک مہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین سنہ ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ہ) مجموعہ شیرانی نمبر ۱۴۹۴ مکمل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخط کی عبارت یہ ہے:-

"ہزاران شکر و سپاس بجناب رب الناس کہ ہمین توفیق رفیق نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل تخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال و الاکرام بیدک الخیر و ہو علیٰ کل شیٔ قدیر۔

بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفتہ۔"

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے اس پہ بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوئے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد گلیمی کے پاس حیدر آباد میں بھیجے تاکہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے۔ جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم انھوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو الفاظ پڑھے نہ گئے ان کی شکل اتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہرحال میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دلاوری

فہرست کتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔ سپرینگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
ماثر الکرام جلد دوم
نشتر عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصرآبادی
تذکرۂ حسینی
مرات الخیال
مخزن الغرائب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن جانست و دیگر گفتگو جانان[1] من بشنو اگر هر لحظه جان تازه[2] خواهی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی که حقیقت[3] انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساخته و نعت نبی امّی که نوک[4] قلم از عار شق نکرده بشق القمر پرداخته. فقیر حقیر سر خوش واضح می گرداند که سخن قدیم است ولایزال زیرا که کلام از جملۂ صفات سنیّۂ الٰہی است و چون ذات قدیم ولایزال است صفاتش نیز می باید که قدیم ولایزال باشد غرض تا بہار نطق در جوش است ہر زبان بالفاظ رنگا رنگ گلفروش. در جمیع افواه والسنه رتبۂ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیاده وافزون است بیت

آب بود معنی روشن غنی خوب[5] اگر بسته شود گوهر است

گواه صادق این دعوی مصرعۂ برجسته بسم اللہ الرحمن الرحیم. که دیباچه طراز و عنوان آرای قرآن است و بیت برجستۂ بلند ابروان را جای بالای چشم های خوبرویان و خوش نگاهان. حکماء گویند که در بدن آدمی عجائب بسیار است. اما دو چیز بغایت غریب و نادر است که عقل و ادراک آن عاجز و قاصر است. اوّل جستن نبض که بی نطق خبر از اعتدال واختلاف امزجه میدهد و اطبّاء از ان بسقم و صحّت ایمان مطلع میگردند. دوم شعر یعنی کلام موزون که گرہی بر باد بیش نیست. بچه فصاحت و بلاغت ولطافت و نزاکت ترکیب می یابد که موجب یادگار و باعث زندگی تام در روزگار میگردد. سخن سنجان بنسبت آن از همه گرممتاز اند و بتلمیذ الرحمانی معزز و سرفراز. چنانچه ملّا ظهوری فرماید.

بیت ز حیوان نطق آدمی برتر است[6] پس آدم تر آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیهم السلام اقرب واقع است زیرا که رجوع هر دو طائفۂ عالیه همیشه بمبدء فیاض و عالم غیب است چنانچه مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید ؎

پیش و پس قلب صف کبریا پس شعرا آمد و پیش انبیا

---

[1] د: جانان من بشنو [2] د: تازه میخواهی [3] ج: خلقت [4] د: که از شق نوک قلم عار کرده [5] ج: صاف [6] د: بهتر،

بیقین باید دانست کہ ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائدہ کلی و منفعت تام نخواہد بود۔ و پوشیدہ نماند[1] کہ عزیزانی کہ پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرہ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ۔ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمین ہا مرقوم بخاطر عاطر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد — طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار۔ اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بیجاست[2] لہذا شمہ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نور الدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایہ معنی یابی را بمعراج کمال رسانیدہ اند۔ و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری[3] دریافتہ و با بعضی نسبت ہم عصری داشتہ۔ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم[4] در آوردہ "کلمات الشعرا" موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ۔ ہر کہ از نعمت الوان این خوان احسان فائدہ بردارد امید کہ این ریزہ چین زلہ کرم را بفاتحہ خیر یاد آرد ؎

[5]ذاتی اہل سخن نیست بپیش دانا — ہر کہ نامش نبود در کلمات الشعرا

میر الہی

در عہد جہانگیر بادشاہ از ولایت ہمدان بہندوستان آمدہ۔ شاعر نازک مزاج و خوش خیال بودہ۔ دیوانی مشہور دارد۔ چون نام مبارک الہی تخلص کردہ تخطیاً اینہا از وی نمودہ شد۔ از وست ؎

روی در ہم میکشد[6] از روی ما آئینہ ہم — چین پیشانیست گویا آیۂ[7] در شان ما

دہر انتقام آن کشد اکنون ز من[8] کہ داشت — آسودہ چند روز بہ پشت پدر مرا

نیم چو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم — خوشہ سان در کیسہ پنہان میکند زرانہا

ز بس طراوت رویش نمیتوان دانست — کہ شبنم است بگل یا گرہ بہ پیشانی

---

۱ ج: نماید ۲ ل: بیجاست ۳ ل: بعض ۴ ک: تحریر ۵ د: "ذاتی اہل سخن نیست براہل ذکاء آنکہ فیضی نبرد از کلمات الشعرا"
۶ د: میکند ۷ ب: آیتی ۸ ب: ما

میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بہند نیامده - دیوانش مشہور است - اشعارش خالی از وقت آفرینی نیست - از وست

کدام روز کہ سرمشق انتظارم نیست — کدام شب کہ سرگریہ در کنارم نیست
خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت — دامن این خیمہ کوتاہ را بالا زنید
گشتم غبار و از سر کویت نمی روم — دیگر چہ خاک بر سر طاقت کند کسی
شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد — مبادا شیشہ یارب ازین طاق بلند افتد

میان ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع — ہر سوالی کہ نکردیم جوابی دارد
شش جہت مشت غباری شد و پرواز گرفت — برق جولان کہ در خرمن خاک افتاد است

فقیر بجای مشت غبار مشت شرار مناسب تر میداند - گر قبول افتد -

میرزا ابراہیم ادہم

سید عالی نسب صفوی نژاد است - در زمان شاہجہان بادشاہ بہند آمدہ - دیوانہ مشرب بی باک بود - جنون ساختہ داشت - باہمہ بندگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایہام میلی تمام داشت و از تمامی مثنوی زلالی سہ بیت انتخاب کردہ - الحق آن ہر سہ بیت انتخابیست - یکی در تعریف باغ و بہار گفتہ

نزاکت آنچنانش نخل بستی — کہ بار رنگ شاخ گل شکستی

دوئیم در وصف اسپ باد رفتار گفتہ است

ز جستن جستنش او سایہ در دشت — چو زاغ آشیان گم کردہ میگشت

سوم در تاریکی شب ہجور میگوید

کواکب می نمودی در زمانہ — چو چشم گربہ در تاریک خانہ

گویند روزی در مجلسی وارد میشود - امرد پسری را در پہلوی عزیزی می بیند - رفتہ در طرف دوم آن عزیز

لہ ب: کوبش لہ ۴۵: نقش،

ن نشیند و اظهار گرمجوشی میکند و آشنائی بهم میرساند و آهسته در گوشش میگوید- که "چه نسبت که این مرا برای ماتنه کنی"[51] او گفت "صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست"۔ می گفت "همچنین ایس غلط ردم بدیگری می باید گفت" یک بیت در تعریف فقر خوب گفته از وست ؎

ایکه آرام دلِ خود بجهان می خواهی | بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

ن اشعاره ؎

جامه گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست | گر منش دامن بگیرم[52] خونِ من خود مرده نیست

چمن جو پای[53] وصل کیست کز جو در خیابانش | سراسر میرود چاک گریبان تا بدامانش

برای نثار رقش ز سبز مندگیها | اگر جان نمید اشتم مرده بودم

ادهم صبح است وقت می نوشیدن | شوم است بجمور سحر خوابیدن

آن نشته که در می صبوحی بینی | برخیز که در خواب نخواهی دیدن

اماقی

خان زمان خلف جهانتخان خانخانان سپه سالار طبع رسا داشت و دیوانی رنگین گذاشته[54] از وست ؎

گر نیم مائل رخسار تو حیرانی چیست | ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در رهِ عشق صلاح از من رسوا مطلب[55] | کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست

بیا د کعبه چه سر میزنی خدا اینجاست | بطوف مرده کجا میری صفا اینجاست[56]

در باغ چسان توبه توان کرد اماقی | هر شاخ[57] و گلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفر خان احسن

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن[58] صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب اده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت وقتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

---

۵۱ ہ: بهاکنی- دب: "تعیه" کنی- تنه شدن در اصطلاح بعضی یعنی قبول کردن و راضی شدن ہست ماتندن در دادن (فرهنگ ندراج) ۵۲ ج: نگیرم ۵۳ جب: جویان ۵۴ ب وہ: "در طبابت نیز وقوف را کار میفرمود" ۵۵ د: شیدا ۵۶ بعض نسخه ها ل ب وج: این دو بیت نیز دارد- ولی این هر دو بیت از ابن نظیری نیشاپوری است- رجوع شود بدیوان نظیری ؎

پای تا بسرش هر کجا که می نگرم | کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجا ست

بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست | همین ورق که سیه گشت مدعا اینجا ست

۵۷ د: هر شاخ گلی ۵۸ ج: ابوالحسن قزوینی- ہ: ابوالحسن تربتی،

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدتها گذرانید- خان قدردان در احوال پروازیش سعی موفوره بجا آورده بانواع مراحم و الطاف پیش می آمدند- تذکرۂ اشعار شعرائی کامل که حاوی ربط آشنائی داشتند مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم که دران زمان کوس سخنوری می نواختند انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده بر پشت هر ورق صورت آن معنی سنج نیز ثبت کرده بود یک ورق که بر و شبیه کلیم بوده فقیر دیده و صورتش را زیارت کرده ام- از وست ؎

	به تیغ بی نیازی ناتوانی قطع هستی کن[1]	فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن
وله	بهر کجا که رستم[2] وصف دستان گویم	برائی یار فروشی دکان نمی باید[3]
وله	از سبزه تیغ بر کمر گل بهار بست	گر تو به خضر رفت شود جان نمی برد
	زهر ستیم کی کار با جام شراب افتد	مرا از گفتگوی باده سرخوش می توان کردن

عنایت[4] خان آشنا

خلف ظفر خان جوان دلچسپ بود دستی در انشا پردازی نیز داشت- احوال سی ساله پادشاهی شاهجهان پادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح[5] تر نوشته- اما به اعتقاد فقیر از منطوقه "خیر الکلام ما قل و دل" این نیز بهره نداشت- از وست ؎

درد و درمان را بهدگر عرض عشق او بها	زخم برداریم و بگذاریم مرهم را بجا
ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند	کو پیوسته نظر جانب بالا دارد
بنشین بگوشه اگر آزردۂ ز خلق	پای شکسته تو بجای نرفته است
در سبکساریست آسائش	سایه خوابیده قطع راه کنند[6]

نقل[7]- گویند در امروی صاحب جمال بوده- در ایامی که خط سبزه بر یزاد حسنش را در شیشه کرده- درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد- چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آمد	شرم کن شرم که روز سیه ات پیش آمد

---

[1] ب: مستی [2] ب: روم [3] لا: شاید [4] د: عنایت خان احمد [5] لا: واضح تر [6] لا: فقیر نیز از این قبیل بیتی دارد- سرخوش- بوصل دوست محالست گر رسیدن ما — نرفته است بجائی زخویش رفتن ما" [7] درنسخه "ب" این حکایت به آصف قمی منسوب است

مم

آصف قمی

دیوانی مختصر دارد. در زمان شاہجہان بادشاہ بہندوستان آمد[1] ہیچ جا رشدی نیافت. غیر ازین مطلع ندارد ؎

شعلہ ایم از دود دل سیہ پوشیم ما — چون چراغ لالہ می سوزیم خاموشیم ما

این بیت او ہم خالی از مزہ نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم — درمیان نور و ظلمت جوہر آئینہ ام[2]

بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعۂ مکارم اخلاق و کُل ہمہ سید النفس و آفاق است. بیشتر عمر شریف او در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد و بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است. گاہ گاہ بحسب صفائی ذہن و جودت طبع بفکر شعر نیز می پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدہد. درین بیت ناصر علی تصرف بجا کردہ کہ ہمہ اعزہ پسندیدند ؎

خیال بیکسی ما[3] وفا بیادش داد — بجای شمع دل آورد و بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک تردّدی داشت. مصرعہ. بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت. گفتہ درست کرد. و در وقت رفتن بلاہور مطلع عارفانہ بکیفیت تمام گفتہ بود. بیت

کشیدہ ام زجنون ساغری کہ ہوش نماند — دگر معاملہ با پیر می فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصۂ ظہور جلوہ دادہ ؎

سرخوش گداخت حیرت[4] حسن تو ام خروش نماند — چو برگ گل ز تبسم جز لب خموش نماند

من اشعارہ ؎

خمار آلودہ شوخی از چمن برچیدہ دامان شد — شکست رنگ گل مہتاب را چاک گریبان شد

تقاضای تبسم گل میکند از انفعال او — نگاہی گر[5] حیا دزدید شوخی ہای مژگان شد

شب کہ بی روئیتو گلشن غنچۂ دل تنگ بود — شعلۂ آواز بلبل آتشی در سنگ بود

برق جولانی کہ گرم صید ازین وادی گذشت — بر طپیدن ہای نبض جادہ صحرا تنگ بود

---

[1] لا: ہیچ جا رشدی نکرد [2] این شعر از نسخہ ب و ج افتادہ ہست [3] ب: ما [4] ج: حسرت [5] ب: گر

دل غمدیده را اسباب راحت[۱] میشود کلفت — فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من

شکستم رنگ دل آئینه وار از بی نشان جستم — دری بر روی خود وا کردم و محو تماشایم

ملا محمد سعید اشرف

از خوش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده - نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از روی قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاهداشته - معنی یاب خوش خیال است - اکثر تلاش بطرز ایهام میکند - عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی خان دیده ام که نشسته باهم حرف میزند و سخنهای همدیگر می شنود و می خواند و قلم بمیداد دو ثنوی و غزل و رباعی تازه[۲] بروی کاغذ می نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو برده - ثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته - دروی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته - در ماتم سوداگر زاده که بدریا مرده گفته ؎

نبودی چون دران دریا میسر — کف خاکی که افشانند بر سر

بیاری از سر هر دو یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید وغیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته - درین مصرعهٔ میرزا صائب

ع
علیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسد

رو برویش دخل بجا کرده گفت یک بای دیگر میخواهد یعنی علیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسد - میرزا صائب و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقت این خطا واقف گشتند - من اشعاره[۳] ؎

از تغافلهای پی در پی نگر یارش کنم — با زهم چندان به بخت خود که بیدارش کنم

خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را

گوهر[۴] چو آن آبی که شوید طفل در روی مشق خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم

جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا

کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانهٔ زنجیر در دام است صیاد مرا

---

[۱] ب الف [۲] ب و ج: تازه مضمون [۳] در نسخهٔ "ب" این واقعه در ذکر میر معز موسوی خان مرقوم هست - در نسخهٔ "د" ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است [۴] این بیت از نسخهٔ "ج" افتاده است

گر خط آخر برای چهره ات اکسیر شد | این غبار از بهر خلقت خاکِ دامنگیر شد
از پریشان حالی آخر کارِ من صورت گرفت | بسکه مو آمد بکلکم خامهٔ تصویر شد
در نامهٔ زمانه بجز حرف جنگ نیست | گویا که از سیاهی لشکر نوشته اند

محمد ابراهیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسویخان شعر میگذرانید معنی تازه فکر میکرد در عین جوانی بقضای ربانی ودیعت زندگانی[1] سپرد. من اشعاره

سوی پستی است در سرمایهٔ رفعت نهان راهی | بود این کوه را هر تخته سنگی بر سر چاهی
نساز د غم به بیتاب محبت شادمانی هم | گران باشد برین بیمار مردن زندگانی هم
حائل خورشید وحدت رنگ هستیهای ماست | چون زمین از پیش بردارند روز و شب یکیست

اگرچه این معنی از مولوی روم است که فرموده اند

چون زمین برخیزد از جو فلک | نی شب و نی سایه[2] باشد نی دلک

اما چون بیت خوب بسته بود فقیر نیز این معنی را شوخ تر ازین بسته درست کرده

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم | چون بساط خاک برچینند روز و شب یکیست

محمد صادق[3] الفا

در فن موزخی[4] که تعداد آن بالوف گشته[5] وقوف تمام دارد و هوای خیالات بلند در سر بیتی که قریب الفهم بود ایراد یافت

ز بسکه حیرت دل شد نثار[6] پردهٔ چشم | نگه چو صورت دیباست تارِ پردهٔ چشم
بعد[7] نکر یازده سال از خط پشت لبش | حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

میر محمد احسن اسجاد[8]

از نجبای سادات سامانه است. در خوشخیالی و نازک بندی یگانهٔ زمانه صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره مند. غزلهای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود

---

[1] حیات [2] ج؛ روز [3] ذکر این شاعر در بعض نسخه ها مرقوم نیست [4] ج و ۸ بتاریخی [5] ج؛ کشته [6] ب؛ نیاز
[7] این بیت از اکثر نسخه ها افتاده است [8] ج؛ اتحاد،

می نگارد. ذهن[1] ویست باخلاق حمیده متصف وظاهر وباطن آراسته. وصحبتهای بزرگان دریافته وهمه جا مقبول بوده واین چند بیت آیینه دار افکار اوست) ؎

بسکه پر گردید گوشم از صدای عندلیب — بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب

گر سراغی گیری از عاشق فغان آیینه است — در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب

شب ناله دوزخ شررم گرم اثر شد — خاکستر دل بال و پر افشان سحر شد

طومار هوا یکقلم از شعلهٔ آهم — چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد

جلوهٔ معنی ندیدم و صفای قیل وقال — سبز شد هر جا سخن آیینه در زنگ بود

شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی — مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند

حال سنگینی هجران تو انشا کردم[2] — سطر در نسخه فرو رفت چو زنجیر در آب

ملا[3] آعلی تورانی

فقیر مشرب صاحب همین یکدو[4] بیت بود. ازوست ؎

هر که شد خاک نشین برگ و بری پیدا کرد — سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

از انجا که مقرر سخنوران خوشخیال است ؎

بیک بیت دعوی مسلم بود — اگر مصرعه اش مصرع هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت.

میرزا عبد الرسول استغنا

شعر[5] بطرز قدیم بسیار گفته یکدو بیت ازو بخاطر است ؎

بکین چون[6] منی آن دوستی دشمن چه می آید — غریبم. خاکسارم. عاجزم از من چه می آید

میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ — چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست[7]

---

[1] این عبارت فقط در یک نسخه است (نسخه ا) [2] ب: کردیم [3] ا: آعلی تورانی - د: علی تورانی ایما [4] ج و ب: صاحب همین بیت بود و بس [5] نسخه ب: بخشی شکار شاهزاده محمد اکبر بود [6] ب: خون من بجای چون منی. نسخه (د) بجای هر دو بیت مذکوره بالا فقط همین یک بیت ازوست ؎ جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را — فلک دولت بهر کس میدهد منت بما دارد [7] در بعض نسخه ها مثل ب و د و ج بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاء الدین بهائی و باسط درج است. لاکن ذکر ایشان در نسخه (ا) مرقوم نیست. در نسخه (د) بجای باسط. باقر داماد نوشته است. ذکر هر دو سخنوران در نسخه (ب) این طور است. (بقیه حاشیه صفحه ۱۰ پر)

بینش کشمیری

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ؎

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست — آئینه چون شکسته شد آئینه خانه است

در راه وصال تو زبس چشم براهم — چون جاده بود خاک نشین تو نگاهم

باقر تبریزی[۱۵]

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده ام از وست ؎

بی تو شب ماه تیره روزان — چون چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا بکی در بند خود باشد کسی — خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

ابوالحسن بیگانه

بهند نیامده دیوانش پیش میر معز موسوی خان بنظر افتاده این چند بیت او از زبان میر معز شنیده ؎

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی — از سوختگان قصهٔ جانکاه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد برآورد — ای سیل بسر منزل من راه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است — آگه نه از حال دلم آه چه پرسی

بر شیشهٔ دل خورد ز بیرنگ تو سنگی — هر پارهٔ این شیشه صدا کرد بیرنگی[۱۶]

رفیع خان باذل

برادرزاده محمد طاهر وزیر خان عالمگیر شاهی صاحب طبع رساست و جوان قابل. کتاب معارج النبوت[۹۳] در زمین شاهنامهٔ فردوسی بنظم درآورده و در آنجا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده

(بقیه حاشیه صفحهٔ ۹)

شیخ بهاء الدین بهائی تخلص

از فحول علماء مذهب امامیه است. تصانیف عالی دارد گاهی بفکر شعر نیز می پرداز داین قطعه از وست ؎

هر از ره تعصب معاندی پرسید — پدر ز دین چه حقی نداشت روح الله

جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — باحمد عربی جمع خلق راه الله

مبشر از پی آن کو بشارت آرد زود — ردا بود که دو منزل یکی کند در راه

باسط

از مستعدان زمانه است در ولایت ایران تعلّم علم انداخته. جامع علوم عربیه بود بفکر شعر هم توجه داشت ؎

به بی ستون نظری کردم و یقین دیدم — که کار تیشه فرهاد نیست کار دل است

[۱۵] باقر تبریزی [۱۶] این بیت از نسخه ن: افتاده است [۹۳] ج: معراج النبوة

قریب به چهل هزار بیت رسیده۔ من اشعاره ؎

عشق را با هر دلی نسبت بقدر جوهر است ـــ قطره برگل شبنم و در قعر دریا گوهر است
عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود ـــ از برای آتش گل[51] آب دامن می شود
بسکه شرح غم ز دل مضطرب احوال دهم ـــ بکبوتر چو دهم نامه پر و بال دهم
هرگاه بر دو مستی چشم تو ز هوشم ـــ لبریز شود چون خم می[52] سینه ز جوشم
چه نشاط باده بخشد بمن خراب بی تو ـــ به دل گرفته ماند قدح شراب بی تو[53]

ملا جامی لاهوری نامدار خانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان ضخیم بود و قصاید و قطعه ها بسیار دلچسپ رسا داشت[54]۔ در تاریخ یابی کارهای دست بسته میکرد۔ چنانچه تاریخ تولد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدة[55] الملک امیر الامرا اسد خان که الحال ذو الفقار خان بهادر نصرت جنگ[56] خطاب دارد از وست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یار خان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافته۔ وقتیکه در خانهٔ نامدار خان پسر اول باسم حمزه مرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانه کرده، هر روز قطعهٔ تاریخی گذرانیده داد تلاش داده۔ چند مصرعه در مادهٔ تاریخ نگاشته می آید۔ از وست۔

'نونهال نامدار جعفری آورد گل'
'زر کامل عیار جعفری زیب جهان آمد'
'آمد دُر نامدار و شهوار'

---

[51] ب: او [52] ج: میخانه [53] نسخه ب اشعار ذیل هم دارد :۔

تو جهان رسیدی از من که بخواب هم نیائی ـــ بکدام امید واری بروم بخواب بی تو
دل داشتیم دادیم۔ جان بود عرض کردیم ـــ چیزی که یار خواهد صبر است ما نداریم
از فدای خویش خطی کاملی بر داشتم ـــ کز میان جان جانان حائلی بر داشتم
صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم ـــ منکه از ملک عدم با خود دلی بر داشتم
تخم اشکی ریختم چیدیم گلی رسوائی ـــ دانه افشانده بودم حاصلی بر داشتم

[54] ب: هم صحبتم بود [55] ب: عمدة الملک [56] ب: سپه سالار

'بگفت آن گوہر والانجابت از دو سو وارد'

چنین تاریخ ہرگز کس نگفتہ — کس از ہند و عرب یکنغمہ نشنفت
بمن گفتند تاریخی او اکنون — کہ سازد سال ہند و با عرب جفت
دم صبحی بفکر این معمّا — بمژگان دیدہ راہ فیض میرفت
کہ این یک چشمہ طفل توامان دار — ز بطن غیب رہ ہند و لمہ خفت
پی تاریخ ہند و عرب دل — ز ہجرت یکہزار و شصت و ہفت[1] گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانیدہ ترشحی از سحاب کرمش ندیدہ۔ برعکس گفتہ تبقریبی گذرانیدکہ مادۂ تاریخ این است ع

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"[1]

قصۂ حسن[2] و دل را نظم کردہ دو روی داد سخن دری دادہ۔ کہ این دو بیت در تعریف ساقیان مجلس از ان مثنوی اوست ؎

یکی را سادہ رخ آئینہ آسا — یکی را جوہر از آئینہ پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان — یکی را بوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدار خان گفتہ حسن نامدار خانی نام نہادہ و تاریخ تصنیف آن ہم ازین نام بر آوردہ۔ از مشفقان فقیر بود۔ وقتیکہ برای خود سر خوش تخلص پیدا کرد۔ اول پیش او رفتہ ظاہر ساخت او بسیار خوش کردہ فاتحۂ خیر خواندہ مقرر ساخت۔ سجع خاتم او ع

"جامی از جام حمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر از ہمین سجع تاریخی بی کم و کاست بر آوردہ ؎

رفت جامی بیخود از عالم — در ریاض جنان مخلّد[4] شد
ہاتفم گفت[5] مصرعۂ تاریخ — جامی از جام حمد بیخود شد

ہمین قسم فقیر تاریخ فوت[6] فضایل خان شیخ سلیمان از نام بر آوردہ و بادای خوش در رباعی بستہ

---

[1] مادۂ تاریخ فحش بود لہذا حذف شد [2] ج: حسن ابدال را [3] ا د ل: کردہ [4] مجلّد [5] ب و ل: سجع او لعد فوت شد تاریخ [6] ب: تاریخ قضای شیخ سلیمان

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا　　وارست ز قید هستیِ بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات　　پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده - پایه در مجلس نشستن نداشت - قطعه بدین مضمون در اح گذرانیده که دو بیت[۱] از ان قطعه است ؎

همین طاعت حق نماز است ودی　　گهی بنده ایستد گه از پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد -

روزی[۲] در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود - و کچه پیاز شراب در پهلو داشت - هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبل مست شعر خوانیها میکرد - چون یاران بنماز برخاستند رفت و با جماعت نماز بگذارد گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است - گفت با یا نماز بکیفیت[۳] همین است - بعد ازان میرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعرهای این جوان شنیده اید - گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد ازان بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیده جویای ره کجاست ترا　　وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب به تحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد - روزی نامدار خان با باقی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجه کمال بوده از حمام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است - ملا بخود حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند - از جمله اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت - رباعی

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت　　عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی　　گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنی و خر شیعه اگر مشهور است　　در خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[۴] تعصب از هیچ طرف　　دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

۱ در نسخه (ا) همین یک بیت است که نوشته شد - در نسخه (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست -

بود طاعت فرض همچو نمازم　　بفر با گهی بنده از جا نشیند

۲ ازین جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه ها افتاده است ۳ (ا) بکیف ۴ د: نکشد

بحری[51] ساحل میرزا عبدالقادر بیدل

اُستاد فن است بسیار گو و خوب[52] گو است امروز در دار الخلافه کوس رستمی مینوازد و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد در ین عهد شاعر غرا چون او نیست[53] وجود شریف او غنیمت است[54] بسیار خوش خلق و آرمیده - بیتی در تعریف کوه ازوست ؎

مزن بر سنگ او زنهار دستی | که مینا در بغل خوابیده مستی

این چند شعر از زادهای طبع او است - از زبان میر محمد زمان شنیده ام ؎

بر روی ما چو صبح نه رنگی شکسته است | گردی ز دامن طپش دل نشسته است
ما لاف همت از مدد عجز میزنیم | پرواز ما چو رنگ به بال شکسته است
عرصهٔ آفاق جای جلوهٔ یاس[55] ناله نیست | نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند
بمحفلی که دل آئینه رضا طلبی ست | نفس درازیِ اظهار پای بی ادبی ست
ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن | بی خبر مجنون ما محمل شد[56] و لیلی نشد
شب که دل از یاس[57] مطلب باده در جام کرد | یک جهان حسرت بطوفان دادو آهش نام کرد
عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است | سایهٔ مژگان نوا را صبح ما را شام کرد[58]
حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من | گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

رباعی

زاهد آنسوی فطرتت مروانند | در معبد شوق نیستی فروانند
یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر | تا سوختگان چه سبحه میگردانند

---

۵۱ ج: سرامد سخنوران کامل ۵۲ ب: خوش ۵۳ ب: در فقر و توکل بادشاه وقت خود است هفت هزاری امرای نامدار در خانهاش می آیند و مثنویهای متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چار عنصر و طور معرفت وغیره دارد- در همه جا نکته سنجیها کرده- ۵۴ ج: تصنیفات شریفش یازده (لا: پانزده) آثار در آمده- فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده با وجودیکه تقطیع کلان پر قلم بود هفت و نیم آثار بوزن در آمد- پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ۵۵ ا: ضیا ۵۶ ا: لیلی شد و محمل نشد ۵۷ لا: یاس ۵۸ ب: بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشارتیست که این جا نگاه بینا نیست

رباعی — هر تیره دروئی که حسد شامل اوست / بر تهمت پاکان نظر باطل اوست
روپنبه بسقف خانه آویزه به بین / دودی که ز شمع سر کشد مائل اوست[51]

برین رباعی خود بسیار محظوظ اند۔

رباعی — هر چند طلب به صد فنونست اینجا / دریوزهٔ دیدار جنونست اینجا
از هیئت چشم وقره غافل نشوی / دستی دگر از کاسه برونست اینجا

ایضاً — آهنگ جلالی که بمش زیر شود / چو وا نگری جمال تاثیر شود
آن بادهٔ شعله گون که وارد خورشید / در ساغر ماه چون رسد شیر شود[52]

فقیر سرخوش باشارهٔ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راه شوخیها پیش مصرع رسانیده مطلع ساخته اگرچه ایشان شنیده محظوظ نشارند از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را میباشد بپروند۔ اما یاران منصف پسند یدند چنانچه ایشان فرموده اند

بیدل — به فرصت نگهی آخر است تحصیلم / برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا
سرخوش — ز بی ثباتی عشرت سرشته اند مرا / برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا
بیدل — عوارض[53] کثرت هست آفت وحدت ما را / خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
سرخوش — دوئی کی ذات وحدت را بکثرت آشنا گردد / خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
بیدل — شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش / صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست
سرخوش — جلوه گاه نقش پیری تختهٔ مشق فناست / صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست

---

۵۱ ب: زندگی را از قد خم عبرت آگاه میکنم / وقف رعنائی بساطی ناشتم ته میکنم
صورت پرستی از غلق برد امتیاز معنی / هر چند کعبه سنگ است تسکین برهمن کو
کم ظرفیم از همت خویش است دگرنه / دریاست می ریخته از جام جهانم
در زمین غزل حافظ شیراز که فرموده غزلی بتغیر قافیه کرده بود دران غزل بیتی بحسن ادا فرموده فقیر نیز بشوق آن مطلع گفته
بیدل — درهای فردوس وا بود امروز / از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش — جام می عشق دادند ناگاه / از خویش رفتیم الله الله.
۵۲ — براهمت مرده ام از زیارت خانه سنگم / تو می آئی ببین آسوده آتش در هزار امن
۵۳ ک: خواص ۵۴ د: مشک،

بیدل — گل جام خود عبث بشکستن نمی دہد — صافِ طرب بشیشۂ رنگِ پریدہ ہست

سرخوش — دستِ نشاط دامن از خود رمیدہ ہست — صافِ طرب بشیشۂ رنگِ پریدہ ہست

بیدل — بی تکلف مرگ ہم آسان نمی آید بکف — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

سرخوش — نیست از شمع اجل آسان نگاہ افروختن — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل بہ یازدہ بیت تمام کردہ بود۔ فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بستہ[۵۱]۔

رباعی سرخوش

واعظ گفتا کہ نیست مقبول دعا — زان دست کہ آلودہ بجام صہبا

رندی گفتا کہ تا بود جام بدست — دیگر بدعا کسی چہ خواہد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماہر شنیدہ ام کہ زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت۔ کہ شب زمستان بود و یاران در صحرا افسردہ آمدہ بودند ناگاہ آتش سرد گشت۔ یکی از میان جمع برخاست کہ چوب پیدا سازد گذرش بجانب گورستان می افتد۔ تابوتی در آنجا می یابد بسر برداشتہ می آرد۔ یکی در راہ پرسید کہ از عزیزان کہ مردہ است میگوید آتش۔ بس این ہمہ را زلالی در دو بیت بستہ و ہمیشہ در میان سخنوران فخر میکرد کہ من چنین کارہای دست بستہ میکردہ ام[۵۲] و آن این است ؎

شبی رندی در ایّام زمستان — بسر تابوت می بردی شتابان

یکی پرسید از و کای یار دلکش — کہ مردہ از عزیزان گفت آتش

---

۵۱ ب: حکایت بیدل

نصیحت گری وعظ آمادہ داشت — نفس گرمی حرمت بادہ داشت

کہ بر الفتِ می بیفشاندہ دست — خمارِ می فضل نتوان شکست

بہ بزم طرب دست ساغر کمین — ندارد دعائی اجابت قرین

نخستین کف از جام می سادہ کن — دگر خویش را رحمت آمادہ کن

بجوشید رندی کہ اے بیخبر — زحرفی کہ گفتی نبردی اثر

بمستان ز تمہید انکار می — عیان گشت تعظیم اسرار می

کہ تا جام می بر کف ہمت است — دلش ہرچہ خواہش کند خجلت ہست

دو عالم بچنگ و دعا خواستن — بساطی است در کوری آراستن

در فقر لن خواہ شاہی طلب — زمینائی می آنچہ خواہی طلب

دمی کآرزو شد زمی کامیاب — دعای دگر گو مشو کامیاب

دلی جای رحم است اگر آگہی ہست — بدستی کہ از جام و مینا تہیست

۵۲ ب: کسی ہست در عالم کہ چنین طبع آزمائی کند یاران موزون طبع ہمہ سر فرو انداختند،

فقیر تمام خلاصهٔ مطالب کتاب منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار در رباعی بسته و سوای آن چندان
مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی ها بسته در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته
بتفصیل مرقوم است ـ دو رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق در اینجا می آرد -

رباعی
سی مرغ ز شوق بال و پر بگشودند   در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون آخر کار   دیدند که سیمرغ همه ایشان بودند

//
دزدی شب تار کوبکو می گردید   از هیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید   چون روز نظر کرد متاع خود دید

و یک رباعی در منقبت گفته ام و این را باعث نجات خود میدانم - رباعی
در فضل و کمال مصطفی بی همتاست   اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عینین ایشان نشان هیچ شانند   هیچو دو الف که یا دو دال پیداست

رباعی بیدل
آن چار خلیفهٔ رسول معبود   کز ابجد وضع شان عشر شد موجود
بی نقطهٔ شک بذات یکتا بینی   چون جمع کنند یازده خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو دیگر در منقبت چار یار باصفا فرستاد - رباعی
وهی باشد بذات پاک احمد   تفریق دوازده امام امجد
کین جلوهٔ موجهای دریای صمد   چون سیزده هست آشکارا ز احد

رباعی
اصحاب کبار را اگر از هم شمار   یکتن یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوای هر چار بود   دال است سر دل عیان قرینی چار

---

۱۵ و: ورد آخر کار ۱۵۲ ج: آنها ۱۵۵ ب: رباعیات سرخوش

شاهی پی یاد مرگ هر شام و سحر   میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون کرد بخویش بعد مشی در ریش   بیداشت بپیش چشم تابوت دگر

از شمع برخت بیگم عالیجاه   درخواست دعا بند داز الله شاه
گفتا چه کشاید از دعا پیر دهن   زین حال طبیب را نکنی زود آگاه

تیری برسید بر تن مرغ هوا   گفتا که شدت بسوی من راهنما
گفتا ز تو حیرت من پیوسته   جنسی است که آن سوی تو شد بال کشا

[illegible]

رباعی — از چار خلیفه رسول مختار / قائم شده چار رکن دین ابرار
والی که بود آخر احمد وال است / بر اثبات خلافت این هر چار

چندربهان برهمن

طبعی درست داشت شعر بطور قدما شسته و صاف میگفت و سلیقهٔ انشا پردازی نیز داشت در هندوان غنیمت بود۔ روزی در پیشگاه خلافت و جهانداری او را حکم شعر خوانی شد این بیت تازه گفته بود برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا که چندین بار / بکعبه بردم و بازش برهمن آوردم

شاهجهان برآشفت فرمود که این بدبخت کافر مرتد است بایدش کشت۔ افضل خان بعرض رسانید که این بیت سعدی مناسب حال اینست که فرموده ؎

خر عیسی اگر بمکه رود / چون بیاید هنوز خر باشد

بادشاه تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت۔ این را از دیوان خاص بدر کردند۔ این بیت بنام او مشهور است اما بتحقیق پیوسته که از هندوی دیگر است ؎

ببین کرامت بتخانهٔ مرا ای شیخ / که چون خراب شود خانهٔ خدا گردد

روزی میرزا محمد علی ماهر از وی پرسید که این شعر از شماست گفت شاید که گفته باشم بخاطر نیست،

---

۵۱ ب: رباعی فقیر سرخوش که معنی آن تعلق بحکایتی دارد تا آن حکایت شنوده نشود هیچ وجه دخل نباشد۔ رباعی اینست

رفتند عزیزان همه زین محفل غم / چون گل ندهم جام می از کف یکدم
خواهم که سبو سبو کشم بادهٔ ناب / نان پیش که در سبو آیم من هم

قصه چنین است۔ گویند که بدروازهٔ شهر بقالی دکان داشت هر جنازه که از آن دروازه گذشتی او یک سنگریزه در سبوی انداختی تا بعد ماهی و یا سالی شمار کند و بداند که اینقدر مرده ازین شهر درین مدت برآمده۔ قضارا بعد از چندگاه او هم درگذشت شخصی آنجا رسیده پرسید که بقالی اینجا برای شمار مرده سنگریزه در سبوی انداخت چه شد۔ عزیزی گفت او هم در سبو آمده۔ در رباعی دیگر عجب حالی بسته ام و در توحید درست کرده ام۔ رباعی

باشی بسر حباب گرامی همدم / وحدت نخورد ز جوش کثرت برهم
در هندسه نه ز چون مضاعف سازی / هر چند که بشمری نه آید به قلم

[illegible] نه شمرده میشود و شمرده در هندسه نیز نه است۔ بانیصورت که هشت و یک نه است۔ همین دستور هر قدر کسی که بشمارد بصورت میگیرد۔ و دیگر رباعیات نادر و غریب هر یک در محل خود قلمی خواهد شد۔ ۵۲ ذکر این شاعر از نسخهٔ ب افتاده است
۵۳ ب: دلوائی نسبت داده ۵۴ ب: جواب نادرست گفت،

اینجا هم حریفی بکار برده - چون بیت برجسته از وی یاد نبود بهمین قدر ذکر او اکتفا نموده شد - اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید[51]

بهونت رای[52] بیغم بیراگی

مردیست از علائق دنیوی برجسته واز قید پادمنی[53] و توئی رسته طبعی دارد پیش فقیر مشق سخن میکند و اصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ؎

در فضای عشق جانان بوالهوس را کار نیست ‖ هر سری شایستهٔ سنگ سزای دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن ‖ کار در بیکاری دل بود و دیگر کار نیست

پاچو صبح از جیب گل خورشید می آید برون ‖ وه چه جام است این که جمشید می آید برون

مرا ابرو کمانی میکشد در بردلی ترسم ‖ که این در بر کشیدنها چو ناوک در رم اندازد

مده از دست دامان یقین چل امیتر نیست ‖ که این دلاله هم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصهٔ از کتب هندی در زمین شاهنامه بنظم در آورده و مطالب تصوف را خوب توضیح نموده -

ملا علی رضا تجلی

در زمان سعادت عنوان شاهجهان از شیراز بهندوستان آمده شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات و مثنویها معنیهای تازه تلاش کرده و فکرهای بلند دارد و این اشعار از زادهای طبع اوست ؎

فغانم بیتو شبها دیده خراشد[54] مرغ و ماهی را ‖ بچشمم صبح چون داغیست کاندازد سیاهی را

هجر جانسوز چه یکروزه چه صدساله[55] یکیست ‖ نقطه و دایرهٔ شعلهٔ جواله یکیست

در قطره قطره خونم پیکان آبدار است ‖ چون استخوان که پنهان در دانه انار است

بکوری بگذرد بی مهر رویش عید نوروزم ‖ بود بی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

---

۵۰ ، ۵۱ : فقیر بیتی در نعت و منقبت گفته و مشهور گشته ؎ محمد یکی با علی ولی است ‖ چو یک کس کنامش محمد علی است

میرزا بیدل گفت که این بیت بنام میر حشمتی شنیده ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست - شاید توارد شده باشد من خود بگفته دست ازین برداشتم - هر دو داخل ثواب شدیم - یک بیت برهمن اندک مزه داشت نگارش یافت ؎

چه اختلاط باد پای عقل شیدا را ‖ بطور خود بگذارید لحظه ما را

۵۲ : نامش بهونت رای فقط در نسخه (ا) نوشته است - در دیگر نسخه ها محض بیغم بیراگی مرقوم است - اما ذکرش از نسخه ب افتاده

۵۳ د : پای و توئی ۵۴ د : می خراشد ۵۵ د : یکساله -

بسکه وارد عضو عضوم بوی خواهش سوی دوست — پای خواب آلوده ام در خواب بیند کوی دوست

بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست

بسکه وحشت غبارم پا در ویش نقش بست — گرد تصویر او شد هر کجا گردم نشست

بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است — نور شمعم چون طلای کشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند — غم او عاقبت در پرده رسوا میکند ما را

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک — برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مرا هم مشرب تبخاله او روز و شب دوران — بود گوهر گون جام جهان لبریز خوناب است

محمد تقی

از تازه گویانست اما بر حقیقت حالش کماهی اطلاعی نیست. یک بیت او از زبان میر معز یافته اینجا ایراد می یابد ~

مست نازی و سر خانه خرابی داری — از سر کوچه ما میگذری خوش باشد

عبداللطیف خان تنها[1]

دیوان صوبه پنجاب خواهرزاده میرزا جلال اسیر فکر شعر بلند و طبع انشاپردازی رسا داشت۔

این چهار بیت از زاده های طبع اوست ~

یارم بکنج خمکده تنها نشانده و رفت — گفتم که من خمار توام دامن افشانده رفت

بی داغ عشق خون رود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چو خاموش شد چراغ

بلند از جور چشم[2] او چو مژگان گشت فریادش — ز خاموشی چو حال سرمه را آهسته پیمایم

خشکی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر — میشود از بارش دی جوش سرما بیشتر

بتی دارم که بر بالای همچو سرو گلفامش — قبا چسپان بود از بسکه شیرینست اندامش

همچو ساغر چو موج باده کی گردد زبان من — برنگ شیشه از می تر بود است تخیلان من[3]

---

[1] در نسخه ج: تخلص این شاعر تنها نوشته است [2] ا: چرخ [3] این مصرع نسخه ب و ا: بیت ذیل نیز دارد۔

جز بکشتن آشنا نبود اهل جهان صاف بهم
صیقل آئینه گرد صفا بنگست نیتها

میر تشبیهی[1]

همین یک بیت رسمی ازو بگوش خورده[2]

مست آنچنان خوش است که گوید بروز حشر — من کیستم شما چه کسانید این چه جاست

دو بیت فقیر نیز با او گفته[3]

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر — چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو

کسی به حشر ز اندوه پاک برخیزد — که با پیاله چو نرگس ز خاک برخیزد

حافظ محمد جلال تلاش[4]

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست پیش فقیر مشق سخن میکند ازوست

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام — چون رگ یاقوت خوابیده است پای ریشه ام

خانه زادان وقار ناله می باشد مدام — شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را

بره در عید بر شاه و گدا الم میکند غرور را — تو رفتی به سمند ناز و من از خویشتن رفتم

میر مفاخر حسین ثاقب[5]

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[6] در سرهند سکونت داشت و همانجا در گذشت ازوست

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما — گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما

غبار پرده نشیند سیما آفتابش را — که شوخیهای رنگ از رخ بر اندازد نقابش را

ز هر در راهنما افتادگیها می شود — هر کجا پای بلغزد جاده[7] پیدا می شود

ز بسکه طاعت آلوده با گناه کنم — بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم

قطع امید دهد قوت بازوی طلب — بر پر ریخته پرواز توان کرد اینجا

ز دستگیری غربت بپاست جلوه من — چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

۱- ج: ملک تجار. ۲- ب: دیگر احوالش اطلاع نیافته ام. ۳- این ابیات سرخوش فقط در نسخه ج است. ۴- ه: حافظ محمد جلال تلاش. ۵- ج: میر محمد مفاخر جام — د: میر مفاخر حسین ثاقب. ۶- ب: فقیر اکثر تبه باوی اتفاق افتاده — دیگر احوال او اطلاع ندارم که کجا رفته و چه شد. ۷- ه: راه —

روزگار عمر همت کرد در چشم سیاه — پر غبار از دامن افشانده شد کاشانه ام
اشک چشم سرمه آلودم درین سرگشتگی — شام غربت میبرم باخویش هر جا میروم
بذوق[1] نالهٔ امروز میتوان جان داد — که عندلیب سرودی بیاد مستان داد
میرود از دست امشب بادهٔ لعلی مرا — آنکه در رو نشین خندهٔ زیر لبست

جهانگیر بادشاه

باوجود مستی و بی پروائی و شغل جهانبانی و فرمانروائی گاه گاه بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الهام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد و طبع عالی دشوار پسند خورده گیر و دقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیده در مدح این بادشاه عالیجاه گفته آورد و شروع در خواندن کرد همین که پیش مصرع مطلع برخواند ع

ای تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتها

فرمود که از عروض و وزن و تقطیع شعر خبرداری ـ گفت ندارم ـ بزبان مبارک راند اگر عروضی میبودی گردنت میزدم ـ شاعر متحیر[2] در ماند که آیا چه خطا واقع شده ـ پیشتر[3] خواند فرمود که این مصرع را وقتیکه تقطیع کنند چنین بوزن در می آید ـ

ای تاج دو مستفعلن ـ لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتها مستفعلن

بدیهی است ـ شاعر را باید که از همه قبائح شعر باخبر باشد ـ خانخانان غزل ملا جامی را طرح کرده بود که این مصرع از انست ع

بهر یک گل منت صد خار می باید کشید

بندگان حضرت عالی در باغی نشسته بودند هوای ابر و وقت باده نوشی بود بدیهه این مطلع فرمودند

جام[4] می را برخ گلزار می باید کشید — ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از زادهای طبع مبارک است ـ

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده — اندوه دل و سوسه ناکت خورده
مانندهٔ قطره های باران بزمین — جا گرم نکرده که خاکت خورده

---

[1] این دو بیت در بعض نسخه ها نیست [2] ب: در گرداب حیرت افتاد [3] ب: اندوی الطاف بیشتر طلبیده فرمودند [4] الف: جام مل

هرکس بضمیر خود صفا خواهد داد — آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هرجا که شکسته بود دستش گیر — بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بد[۵۱]ر افق هویدا شد

مخدرهٔ معلی نورجهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند و رسا داشت۔ بدیهه مصرع آخرش رساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد و الحق مصرع خوبی رساند۔ روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت برخواند ؎

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر — شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد۔ غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود۔ عیش و عشرت در عالم بدرجه کمال بود هرکسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه اثر کرده مرفّه و آسوده حال بسر میبردند۔ روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده۔ درین اثنا یوز[۵۲] خاصه آهوی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع

چیتهٔ بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوی را افگنده۔ ابوطالب کلیم حاضر بود۔ مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا ز خون[۵۳] او لاله

پنج هزار روپیه از بهله[۵۴] خاص همانجا انعام شد۔ سبحان الله چه همت و چه بخششها حق تعالی مارا در زمانه انداخته که هرچند زمین را باسمان دوختم روی دلی یعنی توجهی هم از کسی ندیدم تا بصله چه رسد ؎

بران گروه بباید گریست کز لبها — حکایت کرم روزگار ما گویند

یکی از صاحب همتان زمان[۵۵] ما همت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کرده۔ ساقی نامه و تعریف خسخانه در مدح او گفت۔ وران مثنویها داد معنی یابی داده تلاشها کرده۔ این دو بیت از ختمها است ؎

---

۵۱ الف: براوج فلک ۵۲ ب: پلنگ ۵۳ زخون پر از لاله ۵۴ بهله: پوستی باشد که باندام پنجه پوست دوزند و میرشکاران بر دست کشند و باز و شاهین و چرغ را بر دست گیرند (هفت قلزم) ۵۵ ب: بخشی الممالک۔

سر انگشتش بجو از یک اشارت　　دهد سرمایهٔ دریا بغارت
به دُرکی همتش دستی رساند　　که آبی بسته را ناپاک داند

یکروز مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانهٔ میرزا سرخوش دیده بیاید. و بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحده کرده ام چون محقّر است بخانهٔ شما می فرستم. دیگر روز تغافل زد. چند روز فقیر از خانه بر نیامد که مبادا عطیهٔ ایشان بیارند و هر او رخانه نیابند انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برو نه که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده سر مجلس برخواند. ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چند من غلّه[2] بتو میدهیم. شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان برد خانه اش بند. ترک از خواب بیدار غ برخاسته بیرون آمد. شاعر گفت. بموجب فرمودهٔ (شما) باربردار وغیره لوازم برای بردن غلّه آورده ام امیدوار عنایتم. گفت عجب مرد ابله بوده. تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد. باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد. فقیر نیز بیک رباعی رسوائی عالمش ساخت.

ای پنجه تو ز دامن همت دور　　بر دولت بی فیض تو باغرت مغرور
بی همتی و نام تو همت خانست　　بر عکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبهٔ شاهجهان آباد بطالع ما از سیّهای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردد برایش این آمد. قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. مطالعه نموده نفس بر نیاورد گویا جان بحق تسلیم کرد. فقیر تاریخی گفت ؎

خان عاقل خطاب جاهل دل　　که چون او نیست غافل و نادان
بگذرانم قصیده در مدحش　　بستد و خواند چند بیت از آن
نقش دیوار شد بفکر صله　　ماند حیران چو صورت بیجان
شد یقینم که سر گذشت و بمرد　　ورنه میشد زبانش گرم بیان
سال تاریخ فوت او جستم　　گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برای اضافهٔ آن بی خیر و برکت نیز گفتم. قطعهٔ تاریخ

[2] این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست ۔ ب: غلهٔ گندم بتو صله این میدهیم۔

چون هزاری اضافه عاقل خان — یافت ناکرده کوشش مطلق

دل بصد حیف گفت تاریخش — آه آمد اضافهٔ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما. خواجه بختاور خان بود. سرائی نزدیک به دهلی[1] آباد کرده. بختاور نگر نام نهاده و جمیع شعرای پای تخت را تکلیف تاریخ آن نموده. تاریخ هیچکدام پسند نیفتاد. فقیر خاطر خواه تاریخی گفت. از بادشاه تا امرای عظام هر که شنید خوش کرد و همان تاریخ بر کتابهٔ آن سرای کندیدند ؎

در همایون عهد عالمگیر شاه — زیب تاج و تخت و فخر دین داد

بهر تعمیر سرائی دلکشا — خان بختاور کف همت کشاد

رونقش از گلشن[2] مسجد فزود — آبروی دیگر از تالاب داد

چون شد این معمورهٔ دلکش بنا — عقل بختاور نگر نامش نهاد

خواست طبع سرخوش از بام سخن — سال اتمامش ز فیض بامداد

شاد و خرم رو به آمد را هرو — گفت بختاور نگر آباد باد

روزی از راه خوش طبعی گفتم که آنچه برین سرای خرج شده ربع آنرا خود هم آینه سزاوارم که بیایم. گفت البته مطلب از ساختن رباط و سرای نام است. که در عالم بماند. زر ما خرج کردیم و در نام شما نیز شریک پس نصف زر از شما باید گرفت[3]. روزی رباعی باین صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است. رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش — مدح تو همیشه دلپذیر سرخوش

دست از حالش مدار گر[4] همه دست — بختاور خان و دستگیر سرخوش

روزیکه این رباعی گذرانیدم التفات ظاهری بسیار کرد.

ای باطن تو ز راز[5] شاهی آگاه — بختاوری از نام تو روشن چون ماه

تو پیر و شاه و شاه بود پیرو حق — شاه سایهٔ کردگار و تو سایهٔ شاه[6]

باوجود این همه بی فیضی ها فقیر بعد فوت او تاریخی هم گفت ؎

---

[1] ب: بدهی [2] ب: از گلشن و مسجد [3] ب: سر فرو افگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب: چون [5] ب: راه
[6] ب: فرمودند بیک واسطه ما را هم سایهٔ خدا گفته.

دریغ از جهان بخت ورخان گذشت نماند آب در گلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش ز دل بگفتا[1] که کو قدردان سخن :

این قصه یاد می ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده گفته گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید بعد از چندین مثنوی بنام او گفته آورد هیچ التفات نکرد باز قطعه مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی او را نه بخشید. باز آمده بر در خانه اش نشست. آن دولتمند دون همت دید. گفت عجب حریصی بوده قصیده گفتی چیزی ندادم. مثنوی گفتی محروم برگشتی. قطعه آوردی هیچ نبردی. حالا بچه امید بر در خانه من نشسته. گفت نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم.

درین دار الخلافه میر ابو علی امجد خان بخشی واقعه نگار صوبه. صاحب احسان و فیض رسان است. فقیر وقتیکه بوعلی بود قطعه گذرانید. قطعه

بوعلی آن سید عالی نسب بالعلی هست ولی بن ولی
شیر بود بچه شیر ژیان بوی علی یا فتم از بوعلی [3]

مهربانی[2] زبانی بسیار فرموده. چون بخطاب پدر که امجد خانی سرفراز شد. روز محله خود این رباعی برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. رباعی

نازم که شده اختر دولت تابان صبح اقبال و جاه گشته خندان
چیزی که بجا شده همین شد بجهان کامجد خان شد نتیجه امجد خان

بمطالعه در آورده خوش وقت شد. فقیر را نزدیک تر نشاند. از جمله دو اسپ فقیر یکی را برطرف[5] نمودند هر چند الحاح کردم که دو ساله طلب در سرکار است عوض این اسپ میسر نخواهد شد که این محله خود بحال باشد. اسپ دوم چاق و جوان است. ع

بدان را به نیکان ببخشد کریم

مفید نیفتاد. فقیر نیز یک رباعی هجو در کار دولت ایشان گفت. رباعی

امجد خانی که نیستش بخشش یاد از دولت او کس نرسیده بمراد
گویند بمادح یار زر می بخشد این پی همت مرا جز آزار نداد

---

[1] بگو قدردان سخن [2] این عبارت فقط در نسخه (ا) است [3] و [4] همچنین در همه نسخه ها.

یک امیر در عہد ما نواب بخشی الممالک روح اللہ خان مرحوم بود کہ ہجو کنندۂ خود را نہال کردہ۔ گویند عبد اللہ بیگ نام منصبداری قطعہ در ہجوش از راہ واسوختگی نظر بر رتبہ و اعتبار سکندر خدمتگار انداختہ مشہور ساخت مصرع آخرش اینست ع[1]

رفتہ رفتہ این قطعہ بہ نواب رسید مطالعہ نمودہ فرمود کہ او را حاضر سازند۔ چون بخدمت آمد آن قطعہ را بدستش داد و بگفت این شما فرمودہ دید۔ رنگش پرید عرض کرد کہ نواب سلامت این گہ را من خوردہ ام۔ تبسم کرد و گفت پریشان حال ہم بسیار خواہی بود۔ گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانہ خراب را باین کم طالعی و بی سعادتی رہبر گشتہ۔ فرمود کہ مراتب او برنگارند ہمراہ بردہ بنظر انور گذرانیدہ اضافۂ دو چند و خدمت واقعہ نگاری جای برایش گرفتہ و بخانہ آمدہ یک اسپ و خلعت خاصہ و ہزار روپیہ از طرف خود انعام دادہ رخصتش فرمود۔ دران ایام کہ خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدۂ بزمین قصیدۂ شاہ طاہر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفہ چون سپاہ اوزبک

در اہل سخن آن قصیدہ مشہور است۔ گفت۔ یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل ہمچو اطفال کشیداست فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور فکرت فرستاد۔ این ہر دو بزرگ باحسن وجہ گذرانیدند و نقلی نیز درمیان آوردند کہ چون ملا وحشی جواب این قصیدہ را گفت فرزندان و مریدان ملا شاہ برآشفتند پیش یک صاحب سخن رفتہ شکوہ کردند کہ ببینید بی ادبی ملا وحشی را کہ قصیدۂ شاہ بابا را جواب گفتہ۔ آن عزیز گفت کہ بی ادبی دیگر آنکہ بہ از شاہ بابا گفتہ۔ نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی کہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسر خوش دادم۔ بلیست و ہفت سال است کہ بسبب آن خدمت در دار الخلافہ بآسودگی تمام بسر بردہ ہزاران ہم رسانیدہ و خوردہ۔ خدایش غریق رحمت کناد۔

دیگر از زمرۂ امیران حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوہر آرائی بیگم۔ مرد جواد زمانہ ماست چون فیلی از حضور باو انعام شد فقیر این رباعی گذرانیدہ۔ رباعی

---

[1] فحش است لہذا حذف شد۔

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور — فیلی که از و چشم بد دوران دور
شد جلوه‌نما نور محمد بردی — چون نور تجلّیِ خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت و برخاست فقیر سر فرود افگنده برخاستم چنانچه کلاونتی بامید انعام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت. کلاونت برگشت و گفت برابر شدیم حالا چه گویم وچه توقع ماند؎

نی شمع محفلی نی گل دچمنی — بنگر بچه روزگار افگنده مرا
در تیره خاک هند کریمی ندیده‌ایم — از طوطیان کریم کریمی شنیده‌ایم

دیگر از آشنای رازهای قدیم فقیر شیخ سعدالله نومسلم که به پیش دستی دیوان خالصه شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمش که خواجه رام رای هردمی تخلص همسایه بودند با هم دوستی داشتیم. چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان و آشنایان خود خدمتها فرستاده. فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمه بوی فرستادم. کتابت وا نکرد. تا بجواب چه رسد. هرچند گذرانده ابرام نمود. گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعه و رباعی باین مضمون گفت. قطعه

شخصی که روی[1] او نه نماید خدا بکس — سعدالله است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا — ناگه فتاد وحشیِ دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویش[2] را — این باده راز سهو فگندم بجام او
دم بر نیایدش[3] بجواب کتابتم — گویا که سرمه ریخت سوادش بکام او

رباعی

ای سعدالله با نحوست منسوب — حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
انشاء الله درین همین نزدیکی — بینیم چون چتر هوج تراهم مقلوب

اگرچه هجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میدانند. و مقرر شعر است که قابل هج را قابل هجو نیز میدانند. و دولتمندان این زمانه نه قابل مدح اند و نه قابل هجو اما بهر حال هجو شان لازم است؎

جز هجا کلک سزاوار نیست — بار که زهر ش نبود مار نیست

---

[1] د: صورتش [2] د: خویشتن [3] د: نیایدش

گاویست زمین گرفته بر شاخ	بر پوزش[۱] عقرب نمایان
پیچید بسرش چو باد نخوت	نیشی زندش با هر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش	صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت و جاه	بر تابد چونکه سر ز فرمان
بر پوزش نیز هست لازم	نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام۔ باز بر سر مدعا۔

آصف خان جعفر[۲]

از امرای[۳] جهانگیر شاهی بود و سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت۔ از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است۔ دو سه بیت از و بسیار مشهور است ؎

ز شوقش[۴] آنچه آنجا دید فرهاد	مرا اینجا قلم از دست افتاد

در استدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت ؎

بتو دارم سپهرا حاجت نو	که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد	که جز من در غم او کس نمیرد

از دیوانش نیز شعری شنیده شد ؎

هر کس که شبی نشست با تو	بسیار بروز ما نشیند

مرزا عبد الرحیم جیشی[۵]

شاگرد ملا اخیالی است۔ محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میگذرانیدند۔ از وست ؎

کسی که دل تو زگیرد کجا نگهدارد	من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

۱؎ پوز بمعنی بینی چارپایان ۲؎ تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است۔ چنانچه در ج: جافی است و در ب و ۱۵: جعفر است۔ اما جعفر صحیح است۔ رجوع شود به مجمع النفائس۔ خان آرزو ۳؎ ب: از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ودیعت حیات سپرد ۴؎ ج: ز شوق آنچه آنجا دید فرهاد۔ همچنین در مجمع النفائس ۵؎ تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است۔ چنانچه ج: جنت۔ ا: حبشی۔ ب: حیشی۔ اما جیشی که از نسخه د: گرفته شد صحیح است۔ رجوع شد به مجمع النفائس۔ همچنین تخلص استادش در نسخه ب: حالی و در د: حیاتی در ج: جامی و در ۱۵: جلالی است۔ فقط در نسخه ا: اخیالی است و این صحیح است مطابق مجمع النفائس۔

آقا نجف قلی[1] جرأت

طبع رسا داشت از وست

انجم افروز شب از ناله جانکاه منست　　آسمان[2] کاغذ آتش زدهٔ آه منست

میرزا محمد ایوب جودت

سرامد صاحب کمالان و سر حلقهٔ سخنوران است - مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی - حافظاش بمرتبه تمام و مدرکه اش بدرجه کمال - در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد - من اشعاره

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش　　برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش

نه تنها زلف او وا ارد گره در خاطر عاشق　　که بر گردیده است از من چو مژگان هر سر[3] مویش

چه امکان وا رد از لعل تمنا گرد مطلب ها　　شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب ها

چه غم از دست بر د ناله وا رد داغ هجرانم　　چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم

راز خلق افشانه سازد هر که ترسد از خدا　　بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمال را

ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران[4] را　　ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید

کسیت کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود　　ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود

هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد　　که جوهر وار چون دندان ماهی استخوانم شد

مردان این بیابان رفتند لنگ لنگان　　بنگر که پای چوبین منصور از دار است

بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان　　بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد

علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی آید　　که هضمم از طبیدن ماند چون یاقوت تب دارم

دلی بے کینه دارم که جز الفت نمی داند　　بود یک سورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر پادشاهی بود و دیوانی ضخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست است و این بیت او خالی از دردی نیست - و در سخنوران مشهور است

دلم هیچ تسلی نمی شود حاذق　　بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

---

[1] ب ج: نجف علی جرأت [2] ه: آسمان کاغذ آتش زده از آه منست [3] ب: کز بر گردیده از من همچو مژگان هر سر مویش [4] ب: خاکساری را

درین دو بیت نیز تلاشی کرده مشهور است و از لطافت خالی نه ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا [۱] | بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا
در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل | میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

وله
نمود فاش بد انسان که گو شهات شنید | سکوت من [۲] سخن نارسیده بر لب را

حسین مشهدی

خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده شد ؎

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند | این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند
از تو تا دوست یک نفس راه نیست | تو حجابی و حجاب الله است

میر حشمتی[۳]

در اکبرآباد یکشب با وی اتفاق صحبت افتاده بود ـ با شیدا صحبت داشته دیوانی ضخیم بطرز قدیم دارد و یک بیت او اندک مزه دارد ؎

موی سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد | دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت مبر تو در شعر جای شکسته بند آورده ـ گفتم گردن شما بشکند شکسته بند بیارم [۴]

محمد بیگ حقیقی

در گجرات بسر میبرد طبعی درست داشت از وست ؎

درحقیقت دگری نیست خدائیم همه | لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

---

۱ ج وله: روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را بر خوانده ؎ بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا ـ بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا
شیدا گفت صاحب این شعر در امردی گفته باشند حکیم برآشفت و او را در حوض غوطه ها داد ـ بیت دوم نیز خالی از ادائی نیست ؎

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل | میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

۲ ب: این ۳ ا: میر حشمت ـ ب وله: میر حشمی ۴ در اوائل مشق بسن یازده سالگی مطلع گفته بودم ؎

بر چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند | مدی بود که بر سر آهو کشیده اند
بالای چشم ابروی مشکین آن غزال | مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر برآوردند و فقیر از این بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته است ؎

آتا قه بفرق شه کامیاب | چو مد الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند۔ محمد فاروق باری مطلع رسانید ~

قطره گریست که از بحر جدائیم همه — بحر بر قطره بخندید که مائیم همه

گویند روزی مست بخانهٔ آمد که در آنجا گذر پریان بود۔ شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ در دست داشت

نظر بر آن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز بر آمد ع

بمینای زمرد گون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند۔[۱]

شیخ محمود حیران

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود۔ راه اصلی خود هم گم کرده۔ حیران است ~

آه و شنیده ایم و ندیدیم جز رمی — نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[۲] که بزم بی رخ تو دل طپیده است — نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

رهبر دیگرش نگه چون صدای چاک — چشم جهان ز شوق تو صبح دریده است

بنیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش — که فصد صد چمن طاوس نقش پا بر بنالش

بخلوتخانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را — درین آئینه خود بنشست حیران ماند تمثالش

محمد ابراهیم خلیل

محمد ابراهیم[۳] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد خلیل تخلص میکرد طبعی درست

داشت و با فقیر یار بود ~

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم — تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق بیش از تیغ تیزی کرده است — بی قیامت رستخیزی کرده است

[۱] ب: اغوانی ۔ [۲] ذکر این شاعر از نسخهٔ ب: افتاده است۔ ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقی مرقوم است ۔ [۳] لا: امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است ۔ [۴] لا: که ۔ [۵] در نسخهٔ ب: ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت والحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد است۔ خان مهربان قابل۔ دوست صاحب همت۔ عالی نسب و عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن۔ با فقیر مولف مدتی همسایه هم صحبت بود۔ گاه گاه فکر شعر هم میکرد۔

روزی نجابت خان برادر کلانش با ایشان این بیت در خط نوشت ؎

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست　　شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم - دیدم که مست شراب است و بر روی سبزه ترمی غلطید همراه او یاره گفت که جواب این بیت زود بیار گفت که برادر عزیز انگارم - فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت ؎

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن　　چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن
بغافلان طرب برق چشمکی زد و گفت　　برون نرفته[۵۱] ز خود ناخوش است خندیدن
یک از فواید عزلت[۵۲] خود این سر فرست است　　که پا شکسته نیارد[۵۳] پیاده گردیدن[۵۴]

میرزا خلیل

جوان قابل و خوش خلق و منشی بطبیعت رسا بود چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم خلف[۵۵] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت - زیب المنشآت را که تالیف آن بیگم والا صفات است ترتیب داده[۵۶] او - منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما　　سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما
سامان نو بهار به این تازگی کجاست　　رنگ شکسته ریخته وار و خزان ما
برای خاطر مجنون بهشت نادان است　　هوا بکیست اگر خانه گر بیابان است
غم وطن نبود در دل مسافر عشق　　بچشم او چو سواد سرمه صفاهان است
پیرانه سر نخورمی گفتم دگر تو دانی　　در ماهتاب منشین با خرقه[۵۷] کتانی

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر - من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است میگوید که حضرت مرتضی علی ولی الله کرم الله وجهه - من دویده سر در قدم مبارکش میگذارم دست بر پشت من زده سر مرا برداشته فرمودند که سرخوش هیچو تو شاعر در عهد تو کسی

۵۱ و : برون نجسته ز خود ۵۲ ب : غفلت ۵۳ ه : بیاید ۵۴ ب : بسیار محظوظ شده هر سه بیت میرزا در جواب نوشت دیر صحبت ها بسیار عیش ها کردم - خدا سلامت دارد ۵۵ ب : صبیه کلان ۵۶ ب : بعد از آن منصب از بادشاهی شده پیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقع نگاری جایی داشت - حالا ودیعت حیات سپرده - با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد ۵۷ ب : در

نخواهد بود۔[۵۱]

محمد حسین خالص

در عهد عالمگیر شاه از ولایت بهند آمده بطرف دکن اکثر گذرانیده۔ قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد۔ اشعارش پخته است اما بطرز قدیم۔ این بیت را قوالان در ترانها بسته اند و میخوانند۔ اما میدانستم که از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمده ؎

غبار راه گشتم سرمه گشتم توتیا گشتم   بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش   نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بهار از من   بهار از تو گل از تو هر دو عالم از تو یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد   چمن از تو گل از تو بلبل از تو لاله زار از من[۵۲]

نواب عبد الرحیم خانخانان

خلف بیرم خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبر شاهی و جهانگیر شاهی بوده در شجاعت و ملک گیری یگانه و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه۔ در فهم و فراست ضرب المثل و در دقیقه یابی و ادا فهمی بی بدل در داد سخن دادن ادا ها نموده که چشم کسی ندیده در جود و کرم کارها دست بسته کرده که گوش احدی نشنیده۔ چنانچه تفصیل احسان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" که میر عبد الباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر بادشاه در مدحش چنین درفشانی کرده ؎

خانخانان عهد کانعامش   طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا   صله پیش از مدیح گفتن داد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفته۔

غیوری   خانخانان سر ملائک را تاج   آوازه اش از نسیم و گل گیرد باج

۵۱ب و ۵۱: و فقیر مدتی در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است حال آنکه هیچو من در عصر من اکثر اعزه هستند میرزا محمد بیگ[؟] که از اهل الله بود۔ گفت که تو هم شاعری و هم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

قرنها باید که تا یک کودکی از راه عقل   عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازه یا بیت هیچو تو صاحب تلاش در عهد تو نیست۔

۵۲ج: قطرهٔ ابر چو خالص بزمین آمد گفت   خاک بر فرق کسی کز وطن آید بیرون

هر گه که بتخت معدلت بنشیند　　موسی است بطور مصطفی در معراج

صاحب سخنانی که دران عصر بودند همه بمدح و ثنای آن سپه سالار بخت جوان رطب اللسان بودند۔ باد فروشان در اشعار بزبان هندی مبالغه ها از حد گذرانیده بصلات و انعامات لائقه مفتخر و مباهی گشته اند۔ خود نیز گاه گاه طبع آزمائی میکرد و برباعی و بیتی و دوهره زبان را گل افشان می نمود۔ معنی "کلام الملوک ملوک الکلام" از عبارتش واضح و لائح است۔ یک رباعی و یک بیت ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید۔

رباعی　در قصهٔ عشق هر دنا گویا به　اندیشهٔ عشق و خونِ دل یکجا به
تا قدر وصال دوست ظاهر گردد　همچو شبِ قدر وصل ناپیدا به

وله　نیم فضول که جویم وصال همچو توئی　بس است همچو منی را خیال همچو توئی

فقیر سرخوش در جواب این بیت گفته ؎

کجاست درک حقیقت مجال همچو توئی　بود ز خویش گذشتن کمال همچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلهٔ شوق جود و عطا ست۔ و باعث سرنگونی ممسکان حیله گر بی حیا نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید۔

نقل۔ برهمنی بی برگ و نوا بدست یکی از مقربان معروض داشت که من و تو هم لقیم از حال من اینقدر غافل چرا ئی۔ نواب سپه سالار شنیده او را طلبیده بر پهلوی خود نشانده و تفقد احوالش نمود وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید که از ورطهٔ افلاس بر آمد۔ مقربان التماس نمودند که این هندو چگونه نسبت هم لقی بنواب دارد۔ فرمود که سمپدا و بپتا[۱] هر دو خواهرانند۔ سمپدا که عبارت از تونگری باشد در عقد من است و بپتا که معنیش مفلسی باشد در حبالهٔ اوست۔

نقل۔ گویند ملا نوعی که یکی از مداحان این خدیو کشور کشا بود۔ قصاید و ساقی نامه در مدح آن سپه سالار گفته۔ مکرر صلات و انعام لائقه یافته۔ یکدفعه بجائزهٔ ده هزار روپیه نقد و خلعت خاصه و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سر بلند گشته۔ چنانچه ملا نوعی گوید ؎

ز نعمت تو بنوعی رسید آن پایه　که یافت میر معزی ز دولت سنجر

---

[۱] سمپدا و بپتا هر دو الفاظ زبان هندی است۔

ز گلبن املش صبا چمن گل امید　　شگفت تا که بمدح تو شد زبان آور

عرفی و نظیری وغیرہما ہر که مدحت این ستوده زمانه گفته صله و جائزه بکام آرزو یافته۔

نقل۔ گویند جهانگیر بادشاه بادفروشی را بسبب تقصیری فرمود که زیر پای فیل اندازند۔ بادفروش فریاد برآورد که بادشاه سلامت من بادفروشم ضعیف و حقیر چه لائق پای فیلم مرا در پای بلبلی و کنجشکی و صعوه باید انداخت۔ زیر پای فیل خانخانان را باید انداخت۔ بادشاه تبسم نموده از سر قتلش درگذشت۔ نواب سپه سالار شنیده چند هزار روپیه انعام بآن بادفروش فرستاد۔

نقل دیگر گویند بادفروشی شعری بزبان هندی گفته آورد مضمونش آنکه جفت سرخاب که روز واصل و شب از هم جدا می باشند نر با ماده میگوید که وقت آن رسید که شب که در میان من و تو پرده مفارقت می اندازد از عالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید۔ ماده گفت چگونه گفت نواب خانخانان جواد دست به بخشش و بذل کشاده خزائن تمام عالم را بخشیده دست بکوه سمیر می اندازد و زرش را نیز بغارت میدهد۔ شب که آفتاب در پس آن پنهان میشود دیگر نتواند شد۔ در عالم همیشه روز خواهد بود و ما باهم یکجا خواهیم بود۔ مقرر اهل هند است که سمیر کوهی است از طلا و محیط است بکرهٔ زمین و بحساب آنها هر روز آفتاب در پس آن غروب می شود و هم از افق آن سر بر می زند۔ نواب گنج بخش فرمود که چند ساله عرض کرد سی و پنج ساله ام۔ فرمود عمر آدمی چند است گفت نهایت صد سال۔ فرمود که سی و پنج سال وضع کرده شصت و پنج ساله طلب این بحساب پنج روپیه یومیه شمار کرده بدهند که تا باقی عمر محتاج کس نماند۔

نقل۔ گویند طعام می خورد و خدمتگاری که بر سرش ایستاده مگس رانی می کرد بگریه در آمد۔ پرسید چرا گریه میکنی عرض کرد که از انقلاب زمانه۔ فرمود که تو چه کسی و پسر کیستی۔ گفت فلان بن فلان خان۔ نواب بسبیل امتحان پرسید که اگر دولتمند زاده بگو که در مرغ کدام چیز لذیذتر است گفت پوست مرغ۔ نواب رحیم دل فرمود که دستمالش بشویند برابر خود بسفره نشاندند و در صدد احوال پرسی وانوازش شد۔ و در اندک فرصت بپایه دولت رساند۔ بعد از چندگاه خدمتگاری دیگر از راه تقلید بگریست۔ نواب قدردان استفسار احوالش نموده۔ همان طرز تقریر نمود۔ فرمود اگر صادقی بگو که در گاو کدام چیز لذیذتر است۔ مقلد احمق گفت پوست گاو۔ نواب خنده کرد۔ واو را نیز از

فضل و کرم محروم نگذاشت۔

نقل۔ روزی کہ بحکم جہانگیر شاہ مہابت خان بتقریبی نواب را در قید داشت۔ سرہای دو پسر رشید ایشان را بریدہ در خوانی گذاشتہ و خوان پوش انداختہ پیش نواب فرستاد۔ نواب بتلاوت قرآن مجید مشغول بود۔ خوان آوردہ پیش نظرش گذاشتند۔ پرسید کہ چہ چیز است آرندہ عرض کرد کہ نواب مہابت خان تربزہا برای شما فرستادہ چون سر خوانہا واکردند سرہای پسران خود را دید۔ تبسم کرد و گفت مہابت خان برای ما تربزہای شہیدی فرستادہ۔

نقل۔ گویند روزی با راجہ مان سنگھ نرد بازی میکرد و باہم شرط بستند ہر کہ بازی ببازد یکبار آواز گربہ کند۔ قضارا نواب بازی باخت از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد۔ راجہ دامن گرفت کہ شرط بجا آرید۔ گفت می آیم۔ درین لفظ ادائی آواز گربہ کرد۔

نقل۔ گویند مصوری شبیہ زنی غسل کردہ نشستہ و کنیزی بر کف پای او سنگ پا میزند کشیدہ در سر سواری گذرانید۔ یکنظر دیدہ بر بالش پالکی گذاشتہ برای مجرای بادشاہ رفت۔ وقت برگشتن مصور خود را نمودار ساخت۔ فرمود کہ پنجہزار روپیہ بدہہند صورت گر عرض کرد کہ تصویر من پنجہزار روپیہ زیادہ نمی ارزد۔ اما صنعتی کہ درین کردہ ام اگر نواب واقف شدہ داد من میدہند میگیرم۔ فرمود صنعت کار تو ہمین است کہ در وقت سنگپا زدن خارشتی در کف پا می شود اثر بشاشت ازان در رنگ رخسارہای این تصویر نمایان کردہ۔ مصور گرد پالکی آن وقیقہ یاب گردید۔

حکایت۔ درویشی ملکی صفات در پرگنہ از جاگیر نواب مدد معاش داشت۔ عامل آنجا سند مجدد ازو درخواست نمود۔ درویش بخدمت نواب آمدہ عرض حال کرد۔ بمنشی امر شد کہ پروانہ در باب معافی محصول این درویش بنگارد۔ و مجلس سرود گرم بود۔ درویش را وجد و حال دست داد برقص آمد و بفرحت تمام چرخہا میزد۔ ہر گاہ از پیش نواب میگذشت۔ در عین حال میگفت کہ پروانہ نوشتند۔ نواب میفرمود می نگارند۔ باز چرخہا میزد و ہر گاہ پیش نواب گذشت در عین حال میگفت پروانہ نگاشتند۔ مہر کردند۔ نواب بتاکید تمام نویسانیدہ و مہر نمودہ بدستش داد۔ بر سر گذاشتہ رقص ہا کرد۔ چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت۔ مصاحبان خندہ در آمدند کہ عجب صوفی طامانی بود۔ صوفی در وقت حال بایدکہ بی خبر و بہ ہوش بود۔ نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت درخاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که زود پروانه حاصل شود که وجد بفراغ دل بکنم۔

مرزا خلقی[۵۱]

خوش سخن بود همین بیت از و بارست افتاده

رسید بر سر بالین بوقت نزع یار | چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

قاسم خان خازن[۵۲]

یک[۵۳] بیت نیز از و بگوش خورده خالی از ادائی نیست

نگاهم را بدام افتاد عکس شعله پردازی | خمش ای همنفس یکدم که در صید پریزادم

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده۔ بسیار خوش اندیشه و صاحب تلاش و معنی یاب بوده۔ شاهزادهٔ[۵۴] بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این بیتش را خوش کرده طرح نموده

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار | قطره[۵۵] تا می تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود در جواب آن تلاش کرده۔ شاهزاده نیز بیتی رسانده

سلطنت سهل است خود را آشنای فقر کن | قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت | روز برگل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد | خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشه و می ریخته است دل تنگم | ببال برگ خزان دیده می پرد رنگم

ویران ادای که من میگردم آبادی نمی باشد | سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوئی

---

[۵۱] ج: میرداعی [۵۲] ج: قاسم خان دیوان [۵۳] نسخهٔ ب: در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد:۔
"یک دو مرتبه او را در خانه دیدم بسیار برخود مغرور بود۔ ابتذال شعر هر کس بر می آرد۔ کمالش این بود که معنی نابسته نماند فقیر چند شعر خود برخواند۔ گفتم ابتذال برآرد۔ در ماند تحسینها کرد۔ شاعر پخته بود"
[۵۴] ج: داراشکوه [۵۵] د: قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود۔

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود — از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینیم مباد — باغبان تا درکشاید موسم گل بگذرد
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت — دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود
تو چون سیل از بر مستان گذشتی — چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند
نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر — کجاست سرمهٔ از دیده ها نهان گشتن
فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم — میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد — خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید
چون سر زلفش بدستم افتد از خود می روم — همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا
روز وصل تو گم کنم خود را — نو بدولت رسیده را مانم[۱]

میرزا رفیع دستور

در اول عهد جهانگیری درگذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده - دو رباعی از و بخاطر است

ای درد تو ام قرین قرین را چه کنم — دین پردهٔ روی تست دین را چه کنم
ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل — فکر تو حجاب تست این را چه کنم
از مهر شهود عکس آن بدر منیر — کز وی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آئینه و انسان در وی — جامی است ز آئینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان منشیگری در سرکار[۲] امرای عظام بسر میبرد - صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت

از زادهای طبع اوست ؎

در عشق اهلبیت بتقلید گفتگو — این راه را چو سایه بپای کسان مپو
بر بند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر — بفروش خویش را نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال — مصرعهٔ برجسته باید گو پس از ماهی رسد

---

[۱] ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتل ما را — کو آب که شیرینی جان زد دل ما را
[۲] ب: در سرکار امیر خان منسلک بود -

محمد امین ذوقی[۱]

صاحب مذاقِ چاشنیِ سخن بوده - یک بیت از و بیاد است ؎

گناهم را عذابی باید از دوزخ فزون ترسم | که سوزاندم بداغ هجر فردای قیامت هم

عاقل خان رازی[۲]

در[۳] عنفوان جوانی مشق شعر کرده کتاب مرقّع در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفته بیشتر مطالب

نسخهٔ امواج خوبی بنظم آورده - چند تصنیف بی مزه دیگر هم دارد این دو بیت از وست ؎

عشق که آسان نمود آه چه دشوار بود | هجر که دشوار بود یار چه آسان گرفت

تنها نشسته ایم و طلبگار چون خودیم | مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم

میرزا حسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقه داشت - چون بهند آمد بادشاه قدردان شاهجهان او را بمنصب پانصدی سرفراز ساخت و در عهد عالمگیر شاه بخدمت دیوان بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید آخر در دار الخلافه باجل طبعی درگذشت[۴] - چون بادشاه او را خدمت جائی میفرمود - بنودی تغیر نموده بحضور می طلبید این بیت گفته گذرانید ؎

یک زمان فاصله نیست سفرهای مرا | رفتن و آمدن من به نفس می ماند

برین بیت خود اکثر فخر میکرد - شهرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است | ور بنا خوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد که بنا خوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی - مرزا شنیده "بتلخی گذرد" درست کرده - اما شعر از مزه افتاد - دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد مثنوی در تعریف شاهجهان آباد گفته چنانچه در تعریف تخت مرصّع کار گوید ؎

۱؎ ج: دریا ۲؎ و: رازی ج: رجا ۳؎ نسخه ب: اینجا عبارت ذیل دارد:-

"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبه دار الخلافه شاهجهان آباد - امیر با تدبیر - عادل - انصاف گستر - رعیت پرور - نیک نیت حق شناس صوفی مشرب است - خلق خدا در سایه احسان و الطاف او آسوده و مرفّه الحال - در عالم جوانی مشق شعر بسیار کرده - کتاب مرقّع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانه فرموده - گل و بلبل - شمع و پروانه - قصه پدماوت و مهمالت را بنظم آورده نام نهاده - در آنجا داد سخنوری داده خدایش دیرگاه داراد"

۴؎ ب: یکچند با فقیر نیچو کی بود - شبها باهم صحبت میداشتیم - در حالا کی طبع فقیر حیران شد مردی بادل بود خدایش بیامرزد -

اگر پاسبانش شود مست خواب	بروبش فشاند زیاقوت آب

درصفت عمارات عالی بنیاد پادشاهی خوب گفته ؎

قدر[1] فعلش را بجایی رساند	که آتش ز بهر اهی سنگ ماند

درتعریف انار باغ حیات بخش گفته ؎

انار دلکش آن تازه بستان	بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیه[2] العالیه بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند - این رباعی درتنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است ؎

گفتم[3] قدمی پیش روم پس رفتم	دربخت نظیر پای معکوسم من

این چند شعر از زادهای طبع اوست ؎

چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی	برآورم سر خود راهمان به عریانی
چو غنچه سکه بود درمیان خرمن گل	نشسته ام بدل جمع در پریشانی
خوشم که غیر نگنجد میانهٔ من و تو	چو خاتم و نگین هست خانهٔ من و تو
ازوطن یاری نیامد با من شیدا برون	آمدم مانند دست از آستین تنها برون
خویش را آشنای حرف مکن	لفظ امتحان کاتب باش
ای حریص این همه فریاد ز دل تنگی چیست	شکرها کن که دولت جای طپیدن دارد
چها[4] کنم دل او گر شود بغربانم	جنون بسر زده را دسترس بسنگ مباد
بی لب لعل تو می خوردیم دل راز و شراب	محتسب بنشین که ما را باده خود کرد[5] احتساب

سید پاک گوهر میر محمد علی راسخ

از سادات سیالکوت مرد بیست قلندر وضع - آزاد مشرب بمشق سخن را پخته کرده. صاحب فکر و معنی بلند است از وست ؎

جز هوای نبود این همه ما و من ما	خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

۱؎ د: قضا ۲؎ الف: علیة العالیه ۳؎ ب: خواهم ۴؎ د: چها کنم که دل او شود بغربانم ۵؎ ب: باده تو دگیر حساب.

هر کرا[1] دنیا و دین هر دو به مطلب باشد — در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد

ای حریفان را براهت رفته از سر هوش ها — ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوش ها

ز چین ابروی او جوهر شمشیر می‌ریزد — زند مژگان چو بر هم یک نیستان تیر می‌ریزد

که جز بر صفحهٔ وحدت توان بست نقش او — ز رنگ خود مصوّر رنگ این تصویر می‌ریزد

همت ز سعی وصل یار ورنه مطلب آسان بود — نمی‌شد گر برون از آستین دست تو دامان بود

بجنگ ما و من روزیکه از وحدت کمر بستیم — ز خود بیرون نشد تنها در کفم شمشیر عریان بود

سیّد والا نسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد. و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد. صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبه کمال است. فقیر سرخوش مطلعی گفته بود. میر معز و غیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند. هیچکس جای انگشت نداشت ؎

سرخوش — باندک تلخی اندوه عشر تهانمی ارزد — به تشویش خلال این نعمت دنیا نمی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست. همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانیده[2] فقیر باین قدر اصلاح او را استاد خود میداند.[3] و در شهر سرهند بولعجبت حیات سپرد. تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال — دریغا بجان آفرین جان سپرد

چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست — خرد گفت با دل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرعه است ع

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست. ادائی دارد ؎

بادی از شام غم ناله خموشان کردیم — مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم

جامه صبر به بالای جنون تنگ آمد — هر چه از دست برآمد بگریبان کردیم

---

[1] این بیت در بعضی نسخه‌ها نیست. [2] ب: الحق جانی ازین لفظ در قالب شعر دمید. [3] ب: در اکبرآباد مدتی باهم صحبت داشته ایم. [4] مشق‌ها کرده‌ایم.

زگلگشتِ چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد ‌‌ ‌ کشاد بالِ قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروزد رنگ رخسارش[۵۱] ‌ ‌ پرِ پیدنهای رنگم آتشش را باد دامان شد

از ظهور عشق عالم یک تجلی بیش نیست ‌ ‌ ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه بست

بود از درد وحشت تشنه در خون طپیدنها ‌ ‌ شود دامن ته پا صید را گرد رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید گزین عالم ‌ ‌ چو چشم خفته بگذشتم بیال آرمیدنها

اثر بنالهٔ عاشق ز اضطراب خود است ‌ ‌ چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی ‌ ‌ جبین بادیه را صندل از سراب خود است

یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برد ‌ ‌ میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا
جلوه گاه آه گرمم گر شود میخانها ‌ ‌ خشک گردد می چو خونِ نافه در پیمانها

خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست ‌ ‌ میپرد همچون شرر از شوق چشم دانها

گشت خون از درد عشق آخر دل غم پیشه ام ‌ ‌ از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر قدم[۵۲] دربی ستون خون دل گم کرده ام ‌ ‌ با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

بر حقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده و خوش آمده ؎

بکیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است ‌ ‌ گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی[۵۳]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

بر ندارد عشق هرگز دست از دامان حسن ‌ ‌ گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد[۵۴] رضی کشمیری

یک بیت او بنظر خوش گذاه اهل سخن گشته - خوش اندیشه بوده است ؎

محبت را بس از قطع محبت لذتی باشد ‌ ‌ که شاخ نخل پیوندی بر از اول ثمر گیرد

---

۵۱ ب: حسن رخسارش ۵۲ ج: هر قدم دربی ستون غم دل گم کرده ام ۵۳ ب: رضی ۵۴ ب: محمد حسین ضیا کشمیری ج: محمد ضیا کشمیری -

ملا رضوان

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[1]. صاحب دو بیت بیش نبود. دران دو بیت نیز

ابتذال برآورده بیچاره را پیمانه ساختند ؎

گر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد — که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[2]

معنی این رباعی را تازه یافته بود یاران پسند نمودند. مطلع بخاطر نیست ؎

چون پیر شدی مشو ز مردن غافل — صبح شب مهتاب نهان می باشد[3]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ؎

یکجام خادم نبود کاش چو نرگس — بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

زکی همدانی

از احوال او کماهی اطلاع نه. این سه بیت از وست ؎

نه نکهتی ز گلی نی پیامی از خاری — درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست — میان چاک دلی و شگاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش مخواه — چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی ست

زمانا[4]

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود. این چند بیت اوست ؎

درد سر کیفیت پیمانه فرزانگی ست — نشئهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

نی تغافل از تو نی تنهم ره روی دل نبود — گر چنین هست آشنائی صرفهٔ بیگانگی ست

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن — از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه بی روی تو منظور نظر داشته ایم — آستین هست که بر دیدهٔ تر داشته ایم

اشکها در ره طلب تخت روان بست مرا — ز حسرت کام از ین یا دبر داشته ایم

---

[1] ب: سرگاه شاهجهان آباد نیز آمده با گریختن شها بیکرد [2] ب: این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی

ابتذال آن دیار شد [3] ب: فقیر این معنی را چنین درست کرد. سخن خویش ؎

قندیاقوت ز آب رنگ پیش لعل می نوشش — بود صبح شب مهتاب گوهر در بنا گوشش

[4] ذکر این شاعر در نسخه ب نیست. [5] زمان [6] ج: داشته ام.

محمد قلی سلیم

در زمان شاهجهان بادشاه از ولایت بهند آمده داد خوش خیالی و معنی یابی داده - در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[۱] - و شعرهای برجسته دارد - از وست ؎

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است — مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خرابا تم و غمم این است — که باده آتش سوزان کاسه چوبین است

دل چو شد گرم تری جلوه معشوق کند — ماهی موم با آتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده — داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از دانهای سبحه دانست — که دلها را بدلها هست راهی

نوبهار است و چمن در پی سامان گل است — ابر بر روی هوا و دچراغان گل است

بسته کمر کینم از قبضه کمان او — در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند — از پرده چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد — که مو نتواند از شرم کرد شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم — در هند سیه بختی خود شاه سلیم

سالک یزدی[۲] و سالک قزوینی

هر دو همعصر بودند - در عهد شاهجهان بادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند[۳] - در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و استاد فن - اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند - این چند بیت از سالک یزدی[۴] است ؎

شکست شیشه خاطر ز ساغرم پیداست — چو لاله داغ دل از کاسه سرم پیداست

جواب نامه من غیر ناامیدی نیست — ز دست سودن بال کبوترم پیداست

از بس پریشت کرده ام آشفته نالها — چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

---

[۱] نواب هرگاه ذوق شعر خوانی پیدا می کرد میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دست بیارید - یعنی بحر مواج بود - معنی از هر کرهی یافت می بست - سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد [۲] ب: حریفان [۳] ب: هروی [۴] ب: در اواخر عهد شاهجهان و ولیعت حیات سپرد [۵] ب: هروی -

دردور رخت[۵۱] زلف بصد قیمت جانست — دیوانه زبس پرشده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما — شکر ز درد تو در شیر استخوان دارم

ز دست یکسر ناخن مدد نمیخواهم — برنگ غنچه بدل شوق جامه دردارم

از ما به اسیران قفس باد بشارت — کز بیضه بیک[۵۲] منزل دام رسیدیم

صحبت ما عاقبت با دوست درخواهد گرفت — ما سراپا خار خشکیم او سراپا آتش است

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

کبک از حیرت رفتار قیامت زا یش — بسکه ایستاده[۵۳] بره ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش — طاوس اسیر است به گلدام پر خویش

چین بر جبین زجنبش هر خس نمی زنند — دریادلان چو آب گهر آرمیده اند

ساٸر[۵۴] مشهدی

شاعر خوش خیال بوده و بهند نیامده۔ این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی برداشته شد[۵۵]

پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود — به نسیم مژه برهم زدنی خاموشست

میخانها ز گردش چشمی خراب شد — خم گردباد بادیهٔ اضطراب شد

چون گرفتاری من دید محبت فرمود — که دگر دام نسازند قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته یک بیت صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر۔

صائب — مجنون بریگ بادیه غمهای دل شمرد — یا در زمانه که غم دل حساب داشت

---

۵۱ ب: خطت ۵۲ ب: به یک منزل در دام رسیدیم ۵۳ ب: استاده ۵۴ ب: "سایر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز همعصران یکدگر بودند۔ فقیر بر حقیقت ایشان نیز مطلع نیست۔ اما اینقدر میداند که هر دو خوش فکر و تازه خیال اند۔ سایر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان بایران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ماهر الیه پیش فقیر نقل کرد۔ آن بیت اینست ۔ مجنون بریگ بادیه غمهای دل شمرد — نادر زمانه که غم دل حساب داشت — صائب باین هم اند اما او را همین خوش آمد ۵۵ د: جیشت۔

اشعار میرزا صائب ازین هم بلندتر است مگر آن عزیز را همین خوش آمده - منه

رسید یار من از گرد راه میخواهم | کمر گشاید و خنجر بمن حواله کند

شد سفید از گریه چشم بسته شد راه نظر | رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون

از آن میان که تو داری گذشتن آسان نیست | ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ؎

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه وار | چشمم سفید گشت و تو در دیده بودهٔ

حاجی محمد[2] اسلم سالم

از نوکران عمدهٔ اعظم شاه عالیجاه است - بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آیینهٔ خیال بلند اوست ؎

نه بندد[3] بر قفا ادبار دست جور ظالم را | همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصد کرده - بلکه تیری بر تیرش زده ؎

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک | وقت برگشتن بود پیکانش آخر سوی تو

محمد صالح[4] ستار

بطرف بنگاله بوده - بسیار خوش ادا است - از وست ؎

کبابم میکند در می پرستی همت مینا | که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می بندد

میرزا سنجر

در زمان شاهجهان سر آمد سخنوران بود - این چند بیت از وست صاحب تلاش بود ؎

چشم بر راهند میخواران که کی باران شود | ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

از آب زر سنجر شیرویه نقش بود | کین را نسب بتیشهٔ فرهاد میرسد[5]

داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس | آگه کن ازین تجربه مرهم طلبان را

---

[1] ج: حکیم سعید - د: سعید - ب: سعیدا [2] ج: حاجی محمد اسلم سالم [3] ب: در قفا [4] ب: محمد ستار [5] سامان [6] در نسخه ب همین یک بیت نوشته است - در نسخه د بر سر شعر ذکر ستار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ — کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیّاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده ؎

دلی با عقده[1] در جمعیت سامان نمی باشد — صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سیار[2] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نتوان گفت[3] این چند بیت از زاده های طبع اوست ؎

از باده برفروخته حسن فرنگ را — خطش لبشیشه کرده پریزاد رنگ را

در بحر وجودش دو جهان نقش بر آبست — با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد — چندان که در و دیده کنی کار خرابست

نموده می شفقی چهرهٔ فرنگ ترا — بنانه[4] بالش گل تکیه داد رنگ ترا

فتد گر جانب بستان[5] گذر آن شوخ سرکش را — کند گلگون سپند تهمای رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشه هر کس عالمی دارد — سپهری چون حباب می نباشد رندِ میکش را

خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جایش را — چو گل وا کرده باشم غنچهٔ بند قبایش را

نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن — جواب از دل طپیدن می دهم آواز پایش را

فرنگی زاده در اصفهان دل برده از دستم — که هند از تیره بختی های من باشد حنایش را

چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد — که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد

ز بس لبها روند از خود ز شوق گفتگوی او — صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود سید کف دریا دلان هرگز — حنای پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن باشد

بصحرای که ناز از جلوه گرداند عنانش را — جواهر سرمه سازند آهوان ریگ دانش را

مرا افگند دشتهای عشق او صحرای[6] — که از مژگان شیران سبزه باشد آهوانش را

---

[1] ج: بی عقده [2] ب: خلف میر مرتضی بیوتات کشته برادر خورد میر احمد خان داماد شاه نواز خان سید تخلص میکرد به هند نیامده [3] ب: خط هم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد. اشعار او را با میر معز هند آورده [4] ب: بتار [5] ب: صحرا [6] ج: یار [7] ج: شیرین —

چسان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را — که نتواند بخود همخوابه و بیدار تا زمحمل را
جسن را فتراک گیرای بدست انداز اوست — شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست
هر کجا گرد و شکار افگن قیامت میشود — شور محشر گوش بر آواز طبل باز[۱] اوست
این چه رنگست که از عکس گل رخسارت[۲] — جوهر آئینه ابر شفق آلود شود

سید[۳] علی خان

خوش نویس جواهر رقم خان خطاب داشت[۴] گاهی فکر سخن میکرد چون تخلص نداشت نامش را بجای تخلص اعتبار نموده شد- از وست ؎

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم — ناله در گرد سرمه فروشی دارم
بیا بلبل با هنگی که میدانی بکش هوی — که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی
من آن مرغم که آهنگ نوی[۵] در هر قفس دارم — صفیری میکشم تا نعره داری از قفس دارم

میر جلال الدین سیادت[۶]

در لاهور توطن داشته صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[۷] ؎

مجو رفعت اگر چون مو نخواهی سر خود را — مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را
تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد — توان از خانهٔ تاریک دیدن حال بیرون را
ما لذت حیات ز غفلت نیافتیم — چون نشهٔ شراب که در خواب بگذرد
نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد — که چون طاوس از زینت گره بر بال من افتد
خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را — که دل بسان مگس در کتاب می میرد
چو آفتاب لب بام آخر وصل است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما
مگر ستارهٔ بخت شرار کاغذ بود — که تا نسوخت مرا از سرم نکرد گذر

۱ب: ناز ۲ب: رخسارش ۳و ۴ب: سید عنایت خان ۴ب: خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت ۵و ۶
توی ۶و ۷: جمال الدین سیادت - ب: سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده ۷ب: وقتیکه برای مطلع شاهجهان آباد آمده بود- یک دو صحبت فقیر را با وی اتفاق ملاقات افتاده- مرد عزیزی بوده- قریب یک جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته- در شعر های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده-

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم — بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم [۵۱]

ملا اسیرائی [۵۲]

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود گویند روزی در مجلس نواب قلیج خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا اسیرائی ما هم فکر میکنیم شعرهائی ما را شنیده. عرض کرد نشنیده‌ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سر و پا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرائی چند جا دخل کرده اظهار استادی خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید. بعد از آن برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر در آمده. از وست

در چشم ترم [۵۳] رنگ جهان برق و سراب است — تا دیده بهم بر زدم این خانه خراب است
مژگان من از گریهٔ بسیار فرو ریخت — آخر فتد آن نخل که نزدیک به آب است

حکیم سرمد

مجذوب وضع سر و پا برهنه بود. بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر رباعی [۵۴] میکرد. دارا شکوه خلف [۵۵] پادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت. پیش پادشاه تعریف او کرد [۵۶]. خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برائی تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان معزالیه آمده او را دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او به این بیت نمود

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است — کشفی که ظاهر است [۵۷] از و کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان بقتل رسید. از سرمد است.

رباعی

سرمد چه طلسم را که در وا کردم — در شام دریچهٔ سحر وا کردم
هر چند که خواب را ز سر وا کردم — دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

۵۱ نسخهٔ ب این بیت نیز دارد. مست ساغر بکف انجمن تصویرم — که خود بپشتیز از باده کشیدن رقم ۵۲ ب: سرائی ۵۳ لا: در چشم جهان رنگ جهان برق سرابست ۵۴ فکر شعر میکرد. رباعیات او مشهور است بیشتر رباعی میگفت ۵۵ ب: پسر کلان شاهجهان ۵۶ ب: پیش پادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلی شد. حضرت خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش . . . ۵۷ ب: ورد ت: بود.

سرمدکه زجام عشق مستش کردند　　بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خداپرستی و هشیاری　　مستش کردند و بت پرستش کردند

هرکس که سر حقیقتش باور شد　　او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملا گوید که بر فلک شد احمد　　سرمد گوید که فلک با حمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه زادان شاه عالمگیر است یکچند در عالم جوانی درپی دولت دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید آخر[۱] بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشهٔ عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست ؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا　　دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل　　کرد گر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الهی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفاده ها نمود اما اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد. مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته ام هر آیینه بی نصیب نخواهم بود. جمال همنشینان اثری کرده باشد. چنانچه میرزا صائب فرماید ؎

اگرچه نیک نیم خاکپای نیکانم　　عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته اند که شناخت عارف و شاعر و خوانندهٔ اصول موسیقی با خبر و غیر هم بسیار دشوار است مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده. قیاس حال او از آن عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید ؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام　　بنگر او را کوش سازیده امام[۲]

چند شعر از زادهای طبع ناقص خود می نگارد که باری باین وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان درآید. این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است ؎

---

[۱] ب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید بوسیلهٔ خدمتی بعلوفهٔ قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید. خدمت درویشانرا سرمایهٔ سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهرهٔ تمام حاصل کرد

[۲] ب: سازنده

سرخوش

هوشیاری را حجاب یار میدانیم ما — بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما
تیزمی سازد بقتل عاشقان شمشیر را — این قدر هم تیغ را ازو بسیار میدانیم ما

چنین گر میگدازد ضعف جسم ناتوانم را — حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

تجلی نیست در شب هجران ز تب مرا — کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد توانگر را — زمین فرو نبرد هیچ قطره گوهر را

بیهوده ایم بسکه ز گلعذارها — از فرق ما چو شانه گذشتند خارها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش — بهر دو دست صدف سان مچیپ گوهر را

آئینه دار حسن بود ذره ذره ام — گشتیم سپند آتش خود چون شرارها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را — توان بآب فرو برد تلخ دارو را
چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من — ازو بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن برآ — راهزن چون تیغ بردارد ز پیراهن برآ

نظری بگل شبنم زده افتاد مرا — آمد از زخم نمک سوده جگر یاد مرا

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را — بخاک سرمه گشتی شعله آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را — میکنم چون خامه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم — چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیرها

عمر چون تصویر صرف رازپوشی شد مرا — هر دو لب چسپیده مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشهانست کشتگان ترا — جنازه تخت روانست کشتگان ترا

کوزه دولاب شد هر دانه اش — بسکه گریه سبحه بر تقوی ما

منعما ز حرص زر باقیست تا روز حساب — تشنه آخر تشنه خیزد گر شود دریا بخواب

رشته داری از تعلق ساز نقص عزلت است — لقمه تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی که بی پروا ازین وادی گذشت — چشم آهو هیچو ابر تیره از باران پر است

رام گشته وحشی مطلب بناکامی مرا — بخت من چون چشم آهو در سیاهی نوشت

نیست شاهی جدا از فقر که طبل — گویم ار پوست کنند کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت — پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زاهد[۵۸] کشان وسوسه ناک است — از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ — شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

شهرت صاف دلان ابد خامشان در پیچ — شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچهٔ تبسم براه نازنینم بشکند — برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

بود واعظ ز علم باطن اعمی — که تحقیقاتش چو عینک در کتاب است

ای حشر بخاک من بیتاب چه شور است — بردار قیامت همین لحظه مرا خواب چه شور است

از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست — در همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق — پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

شیرینی سخن برعایت مقام است — کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان بر بند خنده دیوار دشمنی — زخمی دهان پرگار را لقمه مرهم است

بر اوج جاه غرور دلی رسا گردد — به پشت بام دو بالا صدای پا گردد

کفر و دین متفق بوحدت اوست — سخن هر دو لب یکی باشد

ساز بزم عشرت ما پای رخت از کار ماند — نغمه از بس نارسائی چون گره در تار ماند

تا نظر چسپد صبا دم قفا از زیر دامم[۵۹] — دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

ساز هم در جنگ بر دل ساز جنگی میشود — نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگهان گیر است این دست از جان شسته‌ام — دل چو پر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

رونق بیداد او از اضطراب ما بود — جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است — عرصهٔ کونین یک گام از شتاب ما بود

تنزل پیشه‌ای از تیره روزیها حزین باشد — که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد — سرت چو گردد از مستی جهان گرد سرت گردد

محال است این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم — که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد

---

۵۸ ب: باده کشان، ۵۹ ب: بام

تن[۱] مده اختلاط چسپان را　　جامهٔ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادهٔ شیون بود گلشن　　که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید.

رزق را روزی رسان مقدار هر پیمانه داد　　خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد

از زر و مال جهان عریان تنان وارسته اند　　غنچه سان اندر گره خود را چو گوهر بسته اند

نالهٔ ما صورتی بگرفت بلبل ساختند　　لخت هائی دل بیک جا جمع شد گل ساختند

خط او شد سبزیی کز بخت ما بر داشتند　　دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد نمکینش فزود　　صبر ما بردند و چشمش تغافل ساختند

مردم و از جستجوی او نیاسایم هنوز　　میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش　　همچو خط سر تا بپایم سرمهٔ آواز خویش

نه بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش　　ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

چسان برخواند آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش　　که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

برد هر دست گذارد زادب گل بچمن　　که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق　　در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبین　　هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت نوائی هستی من شد ضیائی دل　　گشتم نهان برنگ گهر در صفائی دل

بسکه بگداز د ز شرم حسن آن رخسار گل　　عطر ماند بر کفش چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و دُر است　　بر لبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم　　آنکه می پوشد ز گرد سبزه در گلزار چشم

دین و دنیا خورد برهم تا که ما پیدا شدیم　　از میان این دو کف همچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دهد از حال خسته ام　　بر تیر آه نامهٔ اعمال بسته ام

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوئی من　　من هم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم

۱؎ در بهار عجم این شعر چنین آمده است -

تن مده اختلاط چسپان را　　جامهٔ تنگ زود پاره شود

جنبش لب در حدیث عشق بی لطف بود　　از طپیدنهای دل با او حکایت داشتم
راحتی کز نشئه سرخوش بعزلت یافتم　　داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم　　چون دو لب کونین را بر هم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم　　سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

ز بس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم　　چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

ز بس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من　　چو شمع گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من　　سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من
چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران　　که باشد آستین چون غنچه دامن بر چراغ من
فزاید کاوش غم حسن شور انگیز سودا را　　که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار ز کس نه بیند آزار　　نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت ز پیغامی دلم را شاد کن　　ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست　　هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
هرزه نالیهایت ای دل سخت دردسر فزود　　دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای مرا افگند حسن بی نشان او　　که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

گرانست از نی الکن نشئهٔ می بر دماغ او　　ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او
مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد　　که بر هم می شود از قلقل مینا دماغ او
چه پرسی ظالم از حال بخون آغشتهٔ تیغت　　که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه　　ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه
لبریز تا انگشت ز بس پای تا سرم　　چون نی بود بدیدهٔ نازم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد گلروی　　چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر بنمود رهای اهل دنیا را　　بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست ویرانی

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی　　درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی
شراب از شرم لعلش بسکه هر دم رنگ گرداند　　ندانم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسی

مُهابی

خواهی که قدم براه حق بگذاری — باید که بکف دامن پیری آری
بی آئینه پنبه در نگیرد هرگز — یک عمر اگر در آفتابش داری

از بادهٔ مرا فزون شود عقل و شعور — ساغر خضر رهٔ نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سرخوش را — روغن همه در چراغ گردد نور

در اهل جهان بود قناعت کمتر — مادر زاد است حرص و طمع بشر
بنگر که خورد طفل ز یک پستان شیر — در دست بگیرد سر پستان دگر

هر کس که بود ز سیم و زر زیب و فرش — باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
بنگر که چو شود جامهٔ زرباف کهن — سوزند در آتش از پی سیم و زرش

شانی تکلو

صاحب سخن و استاد فن بود شعرهای برجسته دارد مثنوی در مدح شاه عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفته - شاه بیت او پسندیده او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست — بطاق ابروی مستانهٔ اوست

صد دور بهر ساعت در شهر تو می گردم — من گرد سر شهری از بهر تو میگردم
عشقم چنان گداخت که موران تربتم — عضوی نیافتند که تا خن فرو کنند
دیروز توبه کردم و امشب به پای خم — آن طاقتم نماند که می در سبو کنند

ملا شیدا

در اواخر عهد جهانگیری و اوائل جلوس شاهجهان بعرصهٔ هند آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته شاعر غزل گو قافیه پیماست[۱] - در عهد خود یگانهٔ زمانه بود - روزی در مجلس سخنوران ذکر این

---

[۱] پ: باعتقاد خود معنی های تازه می یافت اما یاران احتمال از هر یک شعر او هم می آوردند چنانچه شیخ فیروز سعدالله خانی رابادی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاد - هر بیت که او میخواند احتمال آن می خواند - عاجز شد و گفت آخر هم من چیزی دارم - شیخ گفت ظاهر از شما باشد -

شیدا | ای بروی تو کرده آئینه را چشم نیاز — شانه را دست دعا بر شام زلف تو دراز

این بیت هم حرف زدنی پیش نیست - رساله درین ماده ترتیب داده هر چه شیدا گفته مع احتمالش در آنجا نوشته - میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد - فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیده - آخر بایه فقیر آنجا بیان معنی را مطلع دیگر ساخت و بر دو مصرع خوب رساند -

مطلع او درمیان آمده - همه خوش کردند ؎

بسکه انباشته اشکم رخ کاهی از خون　　مژه ام بسته بهم چون پر باهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است - بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما　　بسته از خون چو پر باهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت و درمیان آورد ؎

شیدا　چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری　　حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در تراشها بستند - چون بسمع مبارک بادشاه[۱] دین پناه رسید - بیدماغ شده زبان بتکفیر او کشود که تعریف این ام الخبائث که حرمت آن به نص قرآن ثابت است چنین گفته - باید که از ملک ما بدر آید - چون حکم باخراج او صادر شد - بوسیلهٔ یکی از مقربان این قطعه گذرانید و بادشاه رحیم دل را بر حال خود مهربان ساخت ؎

شیدا　جهان پناها شاها بلند قدر جاه و جلال　　بنا فریدخدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این دو مصرعِ خوش　　که گشته ورد زبانِ همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است　　بخاص و عام بود شهره بچو بدر منیر

چنین که میکش اسرار مولوی جامی　　که هست گفتهٔ او دور از در تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می　　به از چهار قلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به زنخی　　سخن چنین کند و هیچ نا باش بضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت　　بگاه راندن از کف کجا رود شمشیر

این بیت ملا جامی برای استشهاد ملا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می　　نزد جامی به از چهار قل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضا است　　که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند -

[۱] ب: شاهجهان -

مشهور است[۱] که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجو گو حاضر جواب بوده هجو استاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ؎

شب و روز مخدوم ما طالبا ❊ پی جیفهٔ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجای ❊ که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب ممسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ؎

۵۲ بیت

....

هجو میرزا امرالله پسر خانخانان که او را مغلّی میگفتند بسیار بلطافت گفته ؎

۵۳ بیت

....

۵۴

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد. در آنجا شالی کهنهٔ چند ساله ذخیره دیسرکار جمع شده بود حکم شد که چهارم حصّهٔ شاگرد پیشه تنخواه نمایند. برات شیدا نیز بند شد پیش اسلامخان دیوان اعلی رفته اظهار ابرام نمود. یساولان بی حرمتش کرده از پیش نظر راندند. چنانچه دستارش از سر افتاد. بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. چون قدری نزدیک بردند گفت. عرفی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت. نواب تبسم نموده شید

---

[۱] ب: چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها نکرده [۲] فحش است لهذا حذف شد [۳] این هم فحش است [۴] ج: روزی در مجمع شعرا نشسته بود. نظری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ؎

خواه با ناظری و خواه بیگانه نشین ❊ من بهیچ شرم تماً برتو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است [۵] ب: حکم شد که چهارم حصهٔ طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده شالی ذخیره تنخواه نمایند. دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد پیش نواب اسلامخان که مدیر اعظم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغهٔ تصدق فرق مبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد. نواب فرمود حکم عام است که شاگرد پیشه چهارم حصه شالی تنخواه نمایند. برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد. اگر بخواهی بگیر و الّا فلا. شیدا سماجت و ابرام زیاده از حد نمود. نواب فرمود که دور کنید. بحجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد. گرفته بیرون کتهره انگندند. درشت را بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. نواب فرمود که بیارید. نزدیک آمده گفت نواب سلامت عرفی که من در دیوان شما یافته ام. شما هم در دیوان من خواهید یافت. نواب خندید. برات او دستخط معافی کردند.

براتش در دست گرفته دستخط معافی نوشت. اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشگاه میر معز قلمی گردد.

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد ـــ چنانکه زیر و بم ساز هر دو می زیبد
چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا ـــ مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا
پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا ـــ وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود ـــ خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود
ساده لوحی که بیک غمزه دلم شیدا کرد ـــ آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
تو از تمکین من از حیرت نه ایمای نه تقریری ـــ بدان ماند که هم بزم است تصویری به تصویری
اگر گیسو برافشانی هوا در مشک تر پیچی ـــ وگر نظاره بنمای شب ما در سحر پیچی
فسون گردانداز آن خاکی که از وی بوی یار[1] آید ـــ شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی
خورم ز دست غمت[2] خون ناب را تنها ـــ چنانکه میکش مفلس شراب را تنها
کی برد بتو که بسوی گل نگرم ـــ کند مقابله کس چون کتاب را تنها
چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل ـــ تبسم تو بود انتخاب خندهٔ گل
جفا نگر که بدیوان عشق می طلبند ـــ ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل
حریر شعله ما را در آب می بافند ـــ کتان ما بشب ماهتاب می بافند
بعشق خواب طلب میکنی برو غافل ـــ بکارخانهٔ مخمل که خواب می بافند.
یک ابر بر نیامده با چشم تر که ما ـــ یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما
گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو ـــ بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما
عشق با حسن است هر جا جلوت که هست ـــ حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو
شهید[3] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم ـــ بجای موی سر در ماتم بند قبا بکشا

شادمان

از سلاطین زاده های قوم گکهر است. ملک ایشان مابین پنجاب و حسن ابدال واقع است.

---

[1] ب: یار [2] ب: غمش [3] ب: شهید حیرت عشق توای نازک بدن گشتم.

منصب ترک نموده در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده - طبعی درست داشت - دیوانی بطرز قدما ترتیب داده - اما آنچه در صاحب سخنان از وی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکستهٔ گل ندید لیک لف یا ہر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبد العزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلص داشت پیش فقیر نقل کرد پادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد - بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیست هم برجسته و هم تلاشی است - از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار سِدّی بروی بحر ز گوهر نه بسته است

فقیر گفت پادشاه عالمگیر شعر فهم نیست بطالع شما جهانگیر شاه نبود و الّا امید بود که کار بجا میکشید - در حضور پادشاه این چه طور شعر بود که خواند - در بیت فخریه اوست - از شعور شما بعید است - تامل کرد و گفت - فلانی راست میگوی خطای عظیم بود حق تعالی بخیر عفو کرد -

شوقی

از وی این بیت شوق افزاست - غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر[1] عشق و گرفتار قید تقدیرم چو شیر از دو طرف میکشد زنجیرم

میر[2] هادی شهرت

درین عصر در ایران هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد - شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد لولی چو غنچه شب تنگ بنشستم سحر چو جیب صبح چاک شاخ در ایمان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن عشق زدم وقت بخواب دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف[3] الدین حسین

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست شور جنون صدای شکست کلاه کیست

---

[1] در نسخهٔ ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است [2] ب: میر محمد هادی شهرت تخلص در ولایت هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد [3] ج: محمد شرف الدین -

شریف تبریزی

یک رباعی او از سفینهٔ محمد علی ماهر نوشته شد - رباعی

پوشیدن چشم من بپایان ماند — بر پای نشستنم بر فتن ماند

پابند بهیچ مانده ام بر سر راه — چون حرف که بر زبان الکن ماند

شعیب

از[۵۱] دو بیت بنظر در آمده - خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است[۵۲] ـ

لبت ز خنده نمک بر جراحت جان ریخت — نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت

زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را — ز شرم حسن تو برده بچاه کنعان ریخت

شوکت بخاری

بسیار[۵۳] نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بوده است. گویند از خاک توران مثل او برنخاسته

اشعارش در ایران و سخنوران شهرت تمام دارد ـ

همچو گندم که به عدم[۵۴] زاد سفر می بندم — نان نه کرده خود را بکمر می بندم

از بهر قطع کردن نخل حیات تو — چون اره دو سر نفس اندر کشاکش است

خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است — گرد لبست که از آمدن خنده بلند است

شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی خواهد — برد مکتوب ما را چون دم تیغ تو برگردد

خانهٔ ما کم از خفا کرده نیست — چشم عنقا چراغ خلوت ماست

دور از چشم تو نگشاید دل از بستان مرا — می نماید ترکش پر تیر نرگس دان مرا

---

۵۱ ب: نمیدانم که کجاست و کیست ۵۲ ب: از تازه گویان می نماید ۵۳ ب: صاحب تلاش بود در درست گفتن عاجز چنانکه ازین دو بیت معلوم خواهد شد ـ

شوکت: خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است — گرد لبست که از آمدن خنده بلند است

سرخوش: غبار خط که عیان از لبت نگار شده — که گرد آمدن خنده آشکار شده

شوکت: دیدهٔ هرگز [illegible] با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع در ویرانهٔ سرخود را

سرخوش: پست تر باشد در [illegible] فنا از خاک هم — تا نهد ی سر برنگ شمع آنجا راه نیست

۵۴ ا: ز عدم ـ

از غبارم گردباد سرمه خیزد بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا
عیار رنگ عاشق گرد و از بخت سیاه کامل — طلای زعفران را جبهٔ هندو محک باشد
در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع دزدیدم قد خود را [1]
سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم — حنای پای سبز انرا می ته شیشه میدانم
در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد
نیست از حسرت دیدار تو چشمم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد
آمادهٔ فنا لکند زندگی قبول — دست رد بهشت رعشهٔ پیری حیات را
فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفای نور میل سرمه شد چشم سلیمان را
غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را
قامت خم باشد انگشت اشارت سوی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند
می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور مار حلقه میگردد بروی آسیا
یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ
رشتهٔ نظارهٔ خودبین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن ز خود خود را مسلمان ساختن
زینهار از جادهٔ افتادگی بیرون مرو — کین رهِ خوابیده دارد سر بزانوی بهشت
نمکسار خنده دارد پستهٔ لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش
دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را
مبادا دل ز بیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزبین باشد
چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند
بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش — خبر از گریه ام آن طفل بی پروا کجا دارد
نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی

در ملک اصفهان کوس رستمی می نواخت - در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

---

[1] پ: سر خود را.

از زمانی که زبان سخن آشنا شده چنین معنی یاب خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده۔ در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود۔ خنکار روم وغیره بادشاهان در نامه‌های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند۔ شاه برسم تحفگی و هدایا میفرستاد۔ و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان بادشاه بهند آمده چندی با ظفرخان در کابل بوده همراه او تا دکن سیر کرده باز باصفهان رفت۔ با نواب جعفرخان نیز دوستی داشت۔ از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دوردستان را باحسان یاد کردن همت است	ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجهزار روپیه صلهٔ این بیت بوی فرستاد۔ و قدرت سخن آفرینی و جدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود۔ مصرعی مهمل طرح[۱] گفته آورد ع

از شیشهٔ بی می میِ بی شیشه طلب کن

صائب بدیهه پیش مصرع رساند ؎

حق را ز دلِ خالی ز اندیشه طلب کن

وقتی با یاران در راهی میگذشت سگی نشسته دید۔ حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و هنگام نشستن سربلند می باشد۔ مصرع بر زبان آورد ع

سگِ نشسته ز ایستاده سرفراز تر است

بعد از آن بی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشه نشینی فزون رعونت نفس

و پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی	ببوی صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم	نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم
صائب	ببوی صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم	نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارستانها در سخن بسیار کرده استادان است۔ منه

---

[۱] ب: بسبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرعهٔ این رسیدن از جملهٔ محالات است۔ الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرع رساند و این را بیت معنی دار کند۔

نماند ناله دل در دو پیشهٔ ما را — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم — بچشم انتظار افتاد دوران پریدنها :

بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر — از رود نیل کوچه بفرعون دادن است

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز — تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا

چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان — نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده‌ام

روی گردان نشود صافدل از دشمن خویش — آخر آئینه به بالین نفس می آید

بحر جهت را تصور کرده بودم بیکنار — از غبار خط بدور عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناه را — بارش سفید میکند ابر سیاه را

زینت خود ساخت دولت هر چه از درگرد فقر — مشعل شاه از کهن دلق گدایان روشن است

زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم — بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم

بآئین تمام از خم شراب صاف می آید — عجب سیل پری زادی ز کوه قاف می آید

نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او — هم مگر آئینه سازند از دل چون سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهی اندیشهٔ باطل — غبار خط مگر آرد بیاد خاکساران را

پیشانی عفو ترا بی‌چین نسازد جرم ما — آئینه کی بهم خورد از زشتی تمثالها

بچشم کم منگر جسم خاکساران را — که این غبار بدامان یار نتوان بست

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش — که شد گرد یتیمی سایه افگن از دُر گوشش

تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش — که بیرون آورند از خانهٔ آئینه بر دوشش

ز شست صاف از دل بگذرد گرم آنچنان تیرش — که از بوی کباب افتد بفکر زخم نخچیرش

هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش — از برای تیر آه من کمانی میشود

طلبگار خدا را منزل از راه دورتر باشد — بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد

بیک کرشمه که در کار آسمان کردی — هنوز می پرد از شوق چشم کوکبها

برکف دست اگر موی برون می آید — میرسد دست بموی کمر یار مرا

پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن — هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم - حال معلوم شد که از دیگریست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز - الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هرچه را ترک فقر - الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید - روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم - سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند - فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود - میر حساب کرده درست برآمد - فرمود که مگر پیشتر فکر کرده بودی - گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم در "یا" و "حا" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم - بهر دو تاریخ تحسینها کردند - گویند مرقدش در باغچه پر از ریاحین بر کنار رود واقعه است - صاحب سخنی در آنجا رسیده - این بیت نوشت ؎

ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه نه ‌ ‌ ‌ ‌ پاسبانان گلها صائبا خوابیده است

میر صیدی[۱]

نازک خیال و بلند فکر بوده - در زمان شاهجهان پادشاه بهشت آرامگاه غلغله این مطلع در مجمع سخنوران پای تخت انداخت[۲] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش ‌ ‌ ‌ ‌ تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد - استاد فن و کامل سخن بود - گویند روزی بر لب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد - این مطلع برجسته از طبع رسایش سر برزد ؎

---

[۱] ب: گل بیخته [۲] د: میر صیدی [۳] ب: از هر طرف تحسینها شنیده بر سر دروازه جا گرفت - روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت - از بالای بام به بانگ بلند برخواند - مطلع

برقع برخ افگنده برد ناز به باغش ‌ ‌ ‌ ‌ تا نکهت گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده خوش شد - پانصد روپیه صله عنایت فرمود -

ازین خودکام یاران تنگ الفت می پرد مارا — که بر صیاد ماهی خشک می خواهند دریا را

قضارا ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد. آن را صله این شعر من جانب الله انگاشت. بشگون نیک برداشت و روز دیگر ضیافت این عطیهٔ عظمی ترتیب داد. فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده

سرخوش — ازین بی رحم صیادان رهائی کی شود مارا — که آتش می زنند از بهر یک نخچیر صحرا را

بگلزاری که بیند ناز عرض لشکر حسنش — تماشا کن شکست فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردید. خان والاشان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الهی را نیز سرفراز نمود. حسن مطلعش را نیز جواب گفتم

صیدی — براه انتظارش گر گداز د تن چه خواهد شد — ز عجز ضعف چشمی و پای چون نرگس بس بود مارا

سرخوش — ز اسباب طرب چیزی دگر مینایش نمی خواهد — همین دستی و جامی چون نرگس بس بود مارا

من اشعار میر صیدی

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت — گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت

بی تو بلبل میکشد بناله آهنگ مرا — بوی گل قیمت تمکین میدهد رنگ مرا

درغبار دل هوس مهارا نهان کردیم پاک — در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک

سرگشتگی بطالع من باب کرده اند — یک می بساغر من و گرداب کرده اند

عجب دارم از طالع ساغر خود — که در ساختن نیز گردیده باشد

سوخت رشک شعلهٔ شمعم که در راه طلب — از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را

کم طالعی[۲] نگر که من و یار چون دو چشم — همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم

کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند چیست — گر بخاکش کنی آسودگی از خاک بود

زبسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت — توان شناختن از هم غبار سوختگان

درجهان بود ازین پیش نشاطی و کنون — ما مکافات کش عشرت آن یارانیم

ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را — بجای دوریختن ها کرده پرواز می پر و بالم

---

[۱] ب: یار ۔ [۲] ب: بی طالعی ۔

در بزم او مجال نشستن نیافتیم — چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر یکجا — مصور جمع سازد صورت خالی نمیگردد
هر از شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد — سخن گر رو برو گوید به من پیغام میگردد
بعد مرگ افشان و خیزان در هوای کوی او — استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را[۵۱] مسیح البیان میگرفت۔ صاحب تخلص داشت۔ اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده۔ بر پشت سرورق هر دیوان تصویر خود منقش کنانیده۔ صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها شعد دارد و هر یکی را نام خوشی نهاده یعنی آئینه خانه و پری خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمدی۔ و مجموع کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته بر طبع و استادی خود مغرور بود۔ از غایت بر خود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت۔ گویند روزی میر صیدی یار بدلش آمد او در خانه بکاری مشغول بود۔ میر ساعتی بنشست۔ دیوانش بر رحل مثل مصحف بتعظیم تمام نهاده بودند۔ بکشود۔ نگاهی کرد و برخاست و رفت۔ حکیم چون بر آمد و شنید که میر صیدی آمده بود بسامان خود گفت که چرا نگفتی که تا بر آمدن من بمطالعه دیوان محظوظ می شد[۵۲]۔ باین تقصیر چند گره بآن بیچاره زد۔ این ماجرا بمیر صیدی رسید۔ روزی در دربار باهم دوچار شدند حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند۔ زود برخاستند۔ باری دیوان من آنجا بود بنظر گذشته باشد۔ حفظ کرده باشید۔ میر گفت یکدو صفحه خواندم اما عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله میر سامان بیاید[۵۳]۔ این چند بیت از وست

قدح کج کرده اشکی ناز بت پیمایش دارم — گل ابری بمژگان یادگاری زانجمن دارم
دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم — پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

---

۵۱ و: مسیح البیان خطاب داشت۔ و پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود و صاحب تخلص میکرد ۵۲ ج: باشند
۵۳ ب: بحضور بعضی عزیزان گاهی فقیر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و از یاران تحسینها میخواهد۔ این را شنیده از فقیر آزرده شده گلہا میکرد۔

غافل آمد و بر رم آن شوخ بی پروا نشست — می طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند
در گلستان بارها بر چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشهٔ دامان کیست
ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رباعی

بر لاله خط کشیدگان سنبل موست — گل را بگلاب شسته کین صفحهٔ روست
عالم همه اوست لیک نتوان گفتن — شد راهبر انگشت نمودن نکوست

مارا بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست
چشمک زدن ستاره بی چیزی نیست — در پردهٔ عنبرین شب ماهی هست

پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه زند و یک به بیند یا دور
شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانهٔ تاریک چه بینا و چه کور

خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد و ساقی نامه بحسن ادا گفته[1] این بیت

از وست

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی[2]

خوش فکر بوده یک بیت از و بگوش خورده اینست

غم افزون شود چون دیگران گریند بر حالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد این دو بیت

از وست

شگفتن غنچه بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد
ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — بادام صفای گل بادام ندارد

[1] ب: مرزا محمد علی ماهر اشعار خود پیش او میگذرانند۔ یک بیت او بخاطر است [2] ۵۴ ۸: صوفی۔

میر[۱] ضیاء الدین دهلوی

خوش[۲] اندیشه بود یکدو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیده ایم - از وست ؎

نشسته در طلب دلربای خویشتنم — چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم

جاده همراهی من تا بلب دریا کرد — عاقبت همرهٔ کوته قدمم تنها کرد

هر که با جانان نشد سرگرم با آرام نیست — خالی از آسیب نبود باده تا در جام نیست

گر دهان یار می بوسم ز مستی گاه چشم — پیش مستان هیچ فرق از پسته تا بادام نیست[۳]

طالب آملی

صاحب[۴] طبع و ذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بوده و اشعار عالمگیر دارد - مرزا صائب وغیره سخنوران او را باستادی قبول دارند - این مطلع او در خاص و عام تمام شهرت دارد[۵] ؎

بتن بوی کند گلهای تصویر نهالی را — بیا بیدار ساز و خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماه فکر کرده پیش مصرع رسانده ؎

ز غارت چمنت بر بهار منتهاست — که گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

منه — جسمم[۶] از غم فربهم نزار است — یک برگ کاهم دو جامه دار است

آهم بکن ای شرم به نزدیکی آن کو — شاید بغلط یار ز من دست بشوید

شد ز نظارگیان خانهٔ همسایه خراب — مومن با تو که فرمود که بر بام برآ

خانهٔ تست دل و دیده ز باران سرشک — گر چکد آب درآن خانه درین خانه بیا

هر سنگ که بر سینه زدم نقش تو بگرفت — آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد

گرمی عجب ز خوی تو نبود که در جهان — هر آتشی که مرد بخوی تو جان سپرد

خواستم تا سینه بخراشم بناخن جسم زار — در میان پنجه ام مانند مو در شانه ماند

لب از گفتن چنان بستم که گوئی — دهان بر چهره زخمی بود به شد[۷]

---

[۱] ج: میر محمد ضیاء دهلوی [۲] ب: در مدرسه چوک لعل دروازه نشست گاه داشت - مرد غریب و خوش فکر بوده [۳] نسخه ب: این شعر نیز دارد ؎ خالی ز رهبر است جهان ورنه چون عصا — یک گام هر که پیش نهد هادی من است

[۴] ب: داماد شیخ حاتم از امرایان جهانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع [۵] ب: هیچکس جواب آن نتوانست گفت

[۶] ب: چشمم [۷] ب: تاریخ وفاتش "سرش بعلی ابن ابی طالب باد" یافته اند -

حاجی طیب[۱]

صوفی مشرب بوده. بیشتر رباعی فکر کرده. از وست[۹]

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن | از بهر گریز رخش در گردون کن
در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب | بنگر که چه وقت است سری بیرون کن
در خواب گه جهان من شیدائی | چشمی بگشادم از سر بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسی | من نیز بخواب رفتم از تنهائی

میر محمد طاهر حسینی[۲]

از مردم طالقان. در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود. پیشهٔ تجارت داشت واز تاجران عمده و دولتمند بود و بحلیهٔ تقوی آراسته بود. در زمان شاهجهان با ظفرخان اورا خلطه و محبت عظیم بود خان قدردان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود. بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سربلند می سازیم. خان معزالیه آمد و گفت اگر قبول این معنی نکنی از تو میرنجم. میر این غزل در جواب انشاد کرد غزل

دیوانه ایم بر ما باشد لباس رندان | زنجیر گردن ماست زنجیرهٔ گریبان
بر ما بپیچ بسیار خواهیم بر جنون شد | یک نعره وار راه است از شهر تا بیابان
ز افتادگان نیاید استادگی بخدمت | چون نقش پا برونم بر دن ز راه نتوان
چون تار سبحه نتوان از هر دری درون شد | صد در نمیتوان گشت از بهر یک لب نان
طرز غزل سرای ختم است بر تو طاهر | معنی ز تست امروز چون همت از ظفرخان

نسخه وران ز نفع انتخاب افتاده است | آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است
بهم این دستگیری منعمان را عین نادانی است | بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

ملا طغرا

شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود. بیشتر در انشاپردازی اوقات بسر میبرد. در تعریف کشمیر و راه آن رساله ها نوشته. در آنجا داد سخنوری داده. اشعارش نیز خالی از

---

۱۵ ب: طیبی. ج: حاجی محمد طیب. د: طیبی. ۲ب ورنسخهٔ ب این شاعر مذکور نیست. ۹۳ ب: خالی از چاشنی معانی نیست.

مضامین نیست ۵

خوش آنساعت کہ بزم آرا نشینی بر لب جوی — خط پشت لبت چشم قلح راگرد ابروی

آبرو میرود از دست باآمد شد غیر — چون حباب از ہمہ جانب تہ کاشانہ ببند

میر نظام الدین احمد طالع

از مستعدان زمانہ است۔ و در جمیع علوم و فنون یگانہ۔ از بس در تحقیق و تصوف دعوی ہمہ دانی دارد و ہمتش تنہا بفن شاعری سر فرو نمی آرد۔ از دیگر علوم تصوف و تحقیق نیز چاشنی دارد فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است۔ دو رباعی فقیر دو گواہ این مدعا ست۔

سرخوش — تو صوفی صاف صاحب تمکینی — تو ہادی کامل و حق آئینی

من مخلص تو بجان و تو مشفق من — من بندہ چو خسرو و تو نظام الدینی

دل بہر کمالات پریشان چکنم — کافیست مرا نشہ عرفان چکنم

مرزای نظام دین محمد ہمہ دان — من سرخوش بیچارہ یکی دان چکنم

در موسم خربزہ سردہ ہای شیرین فرستاد این رباعی نوشتم۔

رباعی — از خربزہ ہای بخشش مرزایم — چون جان شیرین شدہ است سراپایم

در شکرش خواستم زبان بگشایم — چسپید ز شیرینی آن لب ہایم

مرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت۔

رباعی — ای در دل اہل ذوق و وجدان جایت — عبد اخلاص خالصت مرزایت

از بسکہ نقلب خویشتن دارمی دوست — چون اہل زمانہ و انشد لب ہایت

---

۵ ؎ در نسخہ (ب) این شاعر در باب نون مذکور است۔ و آنجا تخلصش مائل رقم نمودہ است۔ اما در نسخہ (ج) نوشتہ است کہ مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود ۵؎ ج: میرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شبی از راہ تمسخر گفت۔ ایشان خود بیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند۔ چنانچہ ظاہر است شاد رحمہ کمال خسرو دارید۔ گفتم و تیکہ ایشان نظام الدین اولیا خواہند بود مرا خسرو شدن چہ قدر بعید است۔ قصیدہ در نعت گفتہ بودم چون باین بیت رسید ۵

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید
از جناب تا مر آگشتہ نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (لا: وامق) تخلص حاضر بود۔ گفت اول از جناب بر آئید۔ بعد از ان فخر بر پاکان کنید۔

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخوانند خوش آمد با هم طرح کرده ایم۔ حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو　　یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو　　کانچه کشتیم ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش　هر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو　　من ناکاشته تخمی خجلم وقت درو

طالع　باشدت رنج دوئی[۵۱] حاصل این گندم و جو　　آنچه ناکاشته حیف تو هنگام درو

وله　جدا از هستی خود شو که همرنگ صفا گردی　　اگر قالب تهی از خود کنی ماه سما گردی

قناعت عالمی دارد خدا را پا بدامن کش　　ز طفلی رم نمودی پیر گشتی تا کجا گردی

بخیر اندیشی عالم برآور نام چون طالع　　دلی را گر بدست آری بجانت دلربا گردی

بر سر شورش میاور خاطر پر شور را　　نیست آسان دست کردن خانهٔ زنبور را

وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن　　کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را

از غلط اندازی دوران مشو ایمن که شخص　　بیشمارد اختر تابان چراغ دور را

هیچ دل از تیغ ادبی ریش نیست　　آب در جریان بضبط خویش نیست

کثرت تکرار کلفت میدهد　　عشرت دنیا نگاهی بیش نیست

محمد طاهر

معلوم نیست که همان محمد طاهر است که بالا ذکور شد یا دیگر است ؎

لطف دشنام تو تسکین دل مدهوش است　　آتش از آب چه گرم چه خنک خاموش است

ملا ظهوری تبریزی[۵۲]

در بیجاپور دکن علم خوشخیالی افراخته۔ در نظم و نثر ید بیضا داشت۔ در نثر رساله نورس و خوان خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته[۵۳] و در ساقی نامه که بنام برهان الملک گفته داد سخنوری داده[۵۴]۔ گویند وقتیکه پیش نظام شاه در احمد نگر فرستاد نظام شاه با وجود ناآشنائی

---

۵۱ ب: رنگ ۵۲ ب: ترشیزی ۵۳ ب: گفته هر فقره او سجع و معنی تازه دارد گویا نظم رنگین است که او را نثر کرده میخوانند۔
۵۴ ب: بسیار مربوط و پخته و استادانه گفته و تلاشها کرده و در شعرا مقرر است که چنین ساقی نامه کسی نگفته و نتواند گفت۔

سخن چند[1] زنجیر فیل پر از نقد و نفائس و جنس صله آن فرستاد. غیوری در قهوه خانه نشسته بود تنباکو میکشید. فرستاده قبض الوصول خواستند. قلم برداشت بر پاره کاغذی بر نگاشته که "تسلیم[2] کردند تسلیم کردم"

یک چند از وجه کتابت قوت بهم میرسانید. کتاب روضة الصفا را صد کرت نوشت و فروخت از وست

چشم را پرده خود کرده به پایان رفتم — پنبه در گوش نهادم به شنیدن رفتم
سجده وا بی بود تماشای جبین — کرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگه دم به تپیدن[3] دهیم — سرمه حیرت کشیم دیده با پایان دهیم
بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم — یوسف و یعقوب[4] را کف به زلیخان دهیم

چراغ عاریتی تیرگی زیاده کند — به روشنایی شبهای تار سوگند است

ذوق چشش بر تماشای گل رخسار داشت — گر نمی بردند زود آیینه با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت وا غدار افتاده ام — لاله زار از دیگران در شعله زار افتاده ام
سربلندی می کنم دعوی گواه افتادگی ست — از غرور سر انکم ویلیم این که خوار افتاده ام

بجگر تشنگی خضر سکندر سوزد — که ز سر چشمه تیغی دم آبی نکشید

بخاره میگذرد از خاک جگر سوختگان — دست بیرون نکشد شعله ز دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانه بود در قصیده گوئی و غزل پردازی یگانه. اشعارش بسبب اشتهار ابراد نیافت. همین بیت که خوشگاه میان ناصر علی بود اکتفا نمود. شمه از حالش رقمی گشت. از وست

من ازین درد گرانمایه چه لذت یابم — که باندازه آن صبر و ثباتم دادند

در مداحی میر ابوالفتح گیلانی و نواب خانخانان سپه سالار جاه نیافت. وی و شش سالگی در سنه تسع و تسعین و تسعمایه در لاهور درگذشت و همانجا مدفون کردند. استاد البشر

لہ ب: هفت ۲ه؛ ۵: کو تسلیم کردند تسلیم کردم ۳ه ب: تن به تپیدن دهیم ۴ه ب: نیز یعقوب را۔

وہادی کلام عرفی شیرازی - تاریخش یافتند - از غایت اعتقادی کہ بجناب مفترض الطاعۃ علی المرتضی داشت
بشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفتہ بود - بیت قصیدہ ؎

بکاوش مژہ از گور تا نجف بروم | اگر بہند بخاکم کنی وگر بہ تتار

آخر میر صابر اصفہانی نعش او را بعد از سی سال بہ نجف اشرف رسانید - ملا رونقی ہمدانی تاریخ یافت ؎

یگانہ گوہر دریای معرفت عرفی | کہ آسمان پی پرورنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران | شکست بر صفہ لہای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی | کہ عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژہ از گور تا نجف بروم | فگند تیر دعای و بہ ہدف آمد
رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم | بکاوش مژہ از ہند تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت -

عرفی دم نزع است و ہمان مستی تو | آخر بچہ مایہ بار بربستی تو
فرداست کہ دوست نقد فردوس بدست | جویای متاع است و تہی دستی تو

آبروی ہندوستان میان ناصر علی

از اہل ہند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب ساذی بہمت و کمال بیچوا و برخاستہ - از یاران قدیم فقیر بود
از خورد سالگی یکجا بہم مشق سخن میکردیم - و صحبتہا میداشتیم این بیت فقیر حسب حال است ؎

طالع شہرت رسوائی مجنون بیش ہست | ورنہ طشت من و او ہر دو ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در ہندوستان دستگاہی نیافت - در زمان بی فیض واقع شدہ و الا این چنین نازک خیال

ل۵ ب: ہلاکم کنی ٹلہ د: از گور تا از ہند درست می نماید ٹلہ و: سوای شعر حسن خلق و دلگرمی و خداشناسی و ہمت و سخاوت و استغنا
و بی پروائی بمرتبہ دارد کہ در ہیچ مخلوقی دیدہ نمی شود چنانچہ خود گفتہ ؎ از سخن مار او ماغ دیگر ہست چون صدف مغز سر ما گوہر است
در اوائل شہرت ہمت خان خواہش دیدن او کرد - برفاقت میرزا ہمہ علی ہمر وف بعد از شعر خوانیہا خان تقریبی گفت کہ در مردم مغلیہا
خوب رسم ہست کہ یاران در خانہ یکدیگر مہمان میشوند امروز من بخانہ یاری رفتہ خوردم فردا او بخانہ من آمدہ خواہد خورد - مردم
ہندوستانی ریکبک طبع اند در غایت خست در خانہای خود پنہان شدہ میخورند گفت مغلان نان را بفرض میدہند ہندوستانیان
این شیوہ عار دارند - ہمت خان بہم خورد - روزی ہمراہ سیف خان کہ با وی بسیار دوستی داشت بخانہ خان جہان بہادر
کوکلتاش عالمگیری رفت و چون تکلیف شعر خوانی کردند این بیت را خواند ؎

اہل دنیا را بغفلت زندہ دل پنداشتم | خفتہ دانستم مردگان را زندہ می پنداشتم

نواب ہزار روپیہ گذرانید قبول نکرد - سد روپیہ سیف خان کردہ گفت با نجاست این بہ نگ می باشیم ہر شہ او گرسنہ بشویم اندک حق
شوربای ہم رسد -

می باید ملک الشعرای عصر باشد- این رباعی فقیر در تعریف اوشاهد کمال اوست - رباعی

در ملک سخن بود جهانگیر علی ... در مشرب دل ولی علی پیر علی
باشعر علی نمی رسد شعر کسی ... زانسان که خط کس بخط میر علی

در آخر عمر باشاه مجذوبی در دار الخلافه بدعوی قطبیت اقامت ورزید- جنون ساخته بهم رسانید دم از دوستی بوعلی قلندر میزد- ششم مبارک رمضان سنه یکهزار و یکصد و هشت درگذشت فقیر تاریخش یافته ع

وارسته علی همت بی پروا ... از راحت و رنج دهر مستغنی رفت
دائم چو توجهش سوی معنی بود ... دل کنده ز صورت کده هستی رفت
سرخوش ز خرد سال وفاتش پرسید ... گفت آه علی بعالم معنی رفت

در اوایل مشق روزی فقیر باوی گفت که بعضی اعزه میگویند که مسوده اشعار ملا ناصر علی بدست ناصر علی افتاده واشعار آنرا بنام خود میخواند- گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باهم طرح غزل کنیم- این غزل در پیش بود- آب استاده است و آفتاب استاده است او و فقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیهه گفتیم ع

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استاده است ... سر بروی تن عیان همچو حباب استاده است

میان ناصر علی حسن مطلع رساند- جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد ع

اہل همت را نباشد تکیه بر بازوی کس ... خیمۂ افلاک بی چوب و طناب استاده است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر به ازین شعر نگفته ام - چیزیکه بمن داده اند همین بیت است - به اعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم ع

تو چو ساقی نشوی در ره تنگ ظرفی نمی ماند ... بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها

فقیر گفت قریب به این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکرده ام-

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم ... همچو مه بالد بقدر باده بر خود ساغرم

و من بمطالع هرگاه در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی های تازه می یابم که شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند- اما هیچ کس خریدار نیست- بلکه بگوشه چشم هم نمی نگرد ع

یوسفی در پرده بودم کس خریدارم نشد ... خویش را بفروختم باخویش سودا بازگشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفته ام فی الواقع چنین است ع

سرخوش از طبع نجسته معنی نابستهٔ ۔ بعد ازین هرکس که گوید شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است - باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته - این چند شعر خوش کردهٔ میر معز موسوی خان وغیره اعزه صاحب کمال هست ؎

وحشتم از دل هر ذره نمایان کردند ۔ آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند

جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است ۔ نفس سوختهٔ بود که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست ۔ آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست

بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند ۔ نفس زدی و چو آیینه بر تو در بستند

برق تازان فنا تا کمر دل بستند ۔ چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند

تو به بار نفس باز پسین دست رسست ۔ بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند

عرق شد پرتو شمع از حجالت تا چه حسن است این ۔ بهر محفل که باشی خوشنما کس است فانوسش

هوای ابر ز خود می برد مرا امروز ۔ چو برق جسته ام از جای گرفتن خویش

جفا جوی[۱] که صحرا را برقص آورد نخچیرش ۔ ز سیلیهای خون من سبک پاست شمشیرش

در وادی که تیره شبم جلوه می نمود ۔ نور هزار شمع زبان غزال داشت

ز جوش باده در دستم نشین بالانشین گردد ۔ ز موج خنده ترسم خط برون آید ازان لبها

روشنی گم میکند در ظلمت کاشانه ام ۔ هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه ام

اگر آن هلال ابرو به بیان نشسته باشد ۔ مه نو بچشم مردم مژه شکسته باشد

چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه چشمی ۔ که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

رم خوردگان تجرید جای که برق تازند ۔ پا در حنا نشاند رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغنای ماست ۔ در غبار شب مه نو نقش پشت پای ماست

بجز من[۲] کسوت دیگر نپوشد آفتاب من ۔ ز دور خویش دارد شیشه چون انگور شراب من

یکی شد همچو درد و صاف می روز و شب عالم ۔ زبس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود ۔ از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

[۱] ب: ما من وحشی که صحرا را برقص آورد نخچیرش [۲] ب: بجز من کسوت دیگر بپوشد آفتاب من۔

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمابیت — که چون نرگس درون دیده خالی کرده ام جایت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته از وست ؎

شنیدم یک شب از خندیدن دل — که دیر سومناتم بود منزل

بتی میگفت پنهان با برهمن — خدای من توی ای بندهٔ من

مرا بر صورت خود آفریدی — برون از نقش خود آخر چه دیدی

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود ؎

بدنیا و بعقبی در ستیزند — چو برق از هر دو جانب میگریزند

هر چه پیری از یاران او که نامش بردن باعث رشخند او تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده ؎

علی آن پیشوای خوش خیالان — چو شد در مثنوی کلکش در افشان

رساندش پایه از معنی بمعراج — بود این مطلع آن دُرّة التاج

الهی ذرهٔ دردی بجان ریز — شرر در پنبه زار استخوان ریز

درین مطلع نمود از احمقیها — یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت — کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروفی چند فی الفور — درستش کرد در زعم خود این طور

الهی ذرهٔ دردی بتن ریز — شرر در پنبه زار موی من ریز

من این حرف از زبانش چون شنفتم — چو گل خندیده بر رویش بگفتم

چو این حاجت از حق خواهی ای یار — توانم کرد من هم این قدر کار

که مشتی خس باتش بر فروزم — همه موی سر و ریشت بسوزم

سزای آن که در شعر بلندی — کند زینگونه دخل ناپسندی

مناسب تر درین هنگامه افتاد — بر اهل سخن این بیت استاد

چراغی را که ایزد بر فروزد — هر آنکو تف زند ریشش بسوزد[۱]

۱ه ب: قریب شصت سال عمر رسانده .... تا که در رمضان ۱۱۰۸ھ بی دم و دود شد. محمد عاکف "آه آه از رحلت ناصر علی" تاریخ یافته است.

عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در هند نیامده. غزل سلسله بند او مشهور است و این بیت ازان غزل او ست

گفت جسم لاغرش را از غضب خواهیم سوخت — گفتمش من سوختم در باب خاکستر چه گفت

سوای این یک بیت برجسته اش را از زبان میر معز شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته. هر دو نگاشته می آید

عظیما — ناخن زدم بسینه و پرسنگ کعبه خورد — نزدیک بوده راه و نشان دور داده اند

میر معز — نزدیک شد که کعبه فلاخن نشین شود — کوی ترا نشان مگر از دور داده اند

آقا عظیما[1]

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است. از وست

داغهای تازه از نخل تنم گل کرده و ریخت — او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرده و ریخت

این مطلع قافیه متعدد دیگر ندارد

خراش ناخن ما را دل ناشاد می داند — زبان تیشه فرهاد را فرهاد میداند

بطفل باد دستی داده ام دل را که از شوخی — رود گر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کرده آهوئی — که در دنباله خود سایه صیاد میداند

شیخ عبد العزیز عزت[2]

فاضل[3] کامل بوده سلیقه سخنوری نیز درست داشته توجه بادشاه جوهر شناس در صدد تربیت او مصروف بوده است میخواستند که بمرتبه سعد الله خان رسانند. زندگانیش وفا نکرد. من اشعاره

یک لحظه دل ز ناله نخواهد فراغ ما — آتش ز سنگ سرمه نگیرد چراغ ما

بگو که بسمل تیغ تو از میدان رفت — که راه صد رم وحشت ز یک طپیدن رفت

مجوی راز تجلی ز هست عالم نور — کلیم را بگلو سرمه کرد آتش طور

---

[1] ج: محمد شفا عظیم [2] ج: عزیز [3] ب: در علم معقول و منقول سر آمد زمانه بود. در فنون سپهگری و سلیقه شعر و انشا یگانه. بادشاه دین پناه او را میخواست که بپایه سعد الله خانی رساند بمنصب هفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر که نواب سعد الله خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساخته. همیشه توجه بادشاهانه در صدد تربیت او مصروف بود که بقضای الهی ودیعت حیات سپرده.

زبس نگاشته ام سرد مهری گردون — کند ز نامهٔ من بال اگر پر د کافور
شعار کارکشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن
راز دل خستگیم هست ز مژگان[۱] تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین
چشم طنازش ز بیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرمود ؎

صدای[۲] بر نمیخیزد دم بسمل زنجیرش — مگر زد آن شکار افگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است و بر سنگ زدن بجای منظر شریف در آمده باشد. فرمود جای دیده ام. اما حجتی از اشعار سلف میخواست. ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرد و شاهد استوار پیدا کرد ؎

سلمان چون زند بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلطد بروی سنگ گردد خوشگوار

باقر[۳] سوداگر

این نیز عزت تخلص میکرد. مرد غریبی بود. آن قدر عزت نداشت. شعرش هم موافق حال او بوده. ازوست ؎

بی غنچه دلی رائحه ورد ندارد — بی سیلی غم حال رخ زرد ندارد
تا رام نگردد بتو رم خورده غزالی — در دیده نگاهی که بمن گرد ندارد
موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی بآتش دل ما گرم داشتست

۱ ب: پیکان ۲ ب: صدای بر نمیخیزد دگه بسمل زنجیرش ۳ ج: محمد باقر سوداگر عزت تخلص ۴: باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد
بن: این جا در بعضی نسخه ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخه (ا) نیست. حالات ایشان از نسخه ب: این جا نقل میشود.

(۱) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است. در انواع فنون شعر و انشا پردازی محسود اقران. دیوان رنگین و منشآت پر مضامین او. شاهنامه پادشاه عالم پناه در فصاحت و بلاغت تمام می نگارد. وله

عبث از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه نه آنست که از دور خوش است
بی کمال از پی صحبت چه خودی میخواهد — چون زن زشت که در پرده کور خوش است
دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خود فروشان همه پیش تو خریدار شدند
چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت از آن ایراد می یابد ؎

هر یک از ابتدای حسنش میکشد دل را بخویش   میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن بعبدالقادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود. خان معزالیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت. دیگر هیچ موزونی در دارالخلافه نماند که طبع آزمائی نکرد. هنوز هنگامهٔ این بیت باشگون گرم بود که خبر انتقال شدن عالمگیر بادشاه رسید. طرفه هرج مرج در عالم پیدا شد و اعظم شاه باردوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت. اعظم شاه با دو پسر رشید چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شدند. چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامهٔ شاه عالم بهادر بنظم آورده در تعریف فیل چنین گفته

برنگ تن و هر دو دندان او   بگویم چه رمز است ای راز جو
ظفر را پی دولت بادشاه   در آنست هر شب دو دست دعا

در این غزل بدین دو سه بیت فقیر و یک (از) میرزا جودت خوب بود نگاشته آید

خشک زاهد بیمی آید بجویب شیر جنگ   تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ
عشق در دل خانه کرد و عقل بیرون عاشق بود   بر سر جا میکند همسایه با همسایه جنگ
جودت   گر بمردانگی از سر و طبعان کم طلب   چشم شوخش آشتی با مردم کشمیر جنگ
کرد با ابرو ستم چون ناز با شد صرف جور   ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخه ج: اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخه ک: حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

ذات شکر الله خان مرحوم نواسهٔ نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبعی بلند و ذهنی رسا دارد. و شعر را داد تلاش میدهد بقدرت و سامان تمام میگوید. این چند بیت از نتائج طبع اوست

نمی خواهم برون آن پری از دل نقاب افتد   مبادا دشمن و مشوق یکجا بی حجاب افتد
ز بیدردی بود دل که محبت بیاد بود   این شیشه را بسنگ پری خانه زاد بود
فیض آزادی بسر قامت رعنا طلب   تا رهی از خود در دار از قامت بالا طلب
تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار   چون جرس این جادل خامش لب گویا طلب
یادی ز ما نمی کند آن بیوفای ما   از ما دلش چرا است که خالیست جای ما
دل خسته را بمیز آه و فغان کنند   ظرف شکسته را بصدا امتحان کنند

(در نسخه ج نامش "میر کریم الله عاقل خان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاء الله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته و صاف دارد

پری دیده ام مائل کیستم   بخون می طپم بسمل کیستم
ندانم کجا برد حیرت مرا   ز خود رفته ام در دل کیستم
ندارد شکستم صدا چون حباب   عطا شیشهٔ محفل کیستم

ملّا علی قمی

در هند نیامده یک[51] بیت او عالمگیر است ازوست ؎

نشاء که از سر ما فتنه دست بردارد | بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

خواجه عبدالله عرفان

خلف خواجه[52] طبع رسا دارد شعر محققانه بسیار خوب میگوید اما جنون بر دماغش غالب است ؎

جدا از خود چه میخواهی[53] توهم کرد بصورت | اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

ملّا عارف لاهوری

شاعر ماهر بوده[54] ازوست ؎

بی برگی منعم بود از کثرت سامان | لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است

نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان میبرد | در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است

خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است | مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است

تیزی مژگان خونریز ترا حاصل نکرد | تیغ های آهنی هرچند سر بر سنگ زد

غالب

از شاگردان رشید میرزا صائب بوده - ازوست ؎

چه یاری بهتر از کردار[55] خیراندیش میخواهی | چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی

پنبهٔ[56] حلاج را رسم رسن داری بود | خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف اوست در تعریف ناف گوید - ازوست ؎

نه ناف است این که دل را کرد بیتاب | گرو افتاده فکر من بگرداب

ز تاب جلوهٔ سرو روانش | گره افتاده در موی میانش

---

۵۱ ب: یک بیت خوب او در بیاض صف شکن خان بنظر درآمد ۵۲ ب: میجوئی ۵۳ ب: همت خان جیو بردی بسیار مهربان بوده دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته موافق طبع خود تلاشها کرده ۵۴ ذکرش در نسخهٔ ج نیست ۵۵ ب: از پروردگار خویش میخواهی - ۸: از کردار خویش خوب میجوی

۵۶ ب: رشته ۵۷ در نسخهٔ ب این جا شاعر ذیل مذکور است و ذکرش در دیگر نسخه ها نیست - از ب: نقل میشود -

خواجه عبدالرحیم مجاهد تخلص مشق سخن بسیار کرده - دیوانی ترتیب داده یک مرید الشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند بفقیر رساند ؎ دانه های سبحه مانند درویشان هند | گر یکی را سوی خود خوانی کسی همدمی رسد | فقیر سخنش چون خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بربست ؎ برنگ دانهای سبحه درویشان هندستان | اگر صد را بخوانی کس بجز یک یک نمی آید

میر[1] برہان عروس

عروس تخلص داشت۔ صاحب تلاش بوده۔ این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

غنیمت

از خاکیان هند غنیمت بوده طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد۔ مثنوی نیز فکر کرده۔

این چند بیت از وست ؎

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیا و داغهای کهنهٔ دل دار د تماشائی —— شود طاوس را سیر چمن برگشته دیدنها

چشم پر نور و طاقت زیر دست افتاده است همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند خلق میداند که می خورده مست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها —— همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل —— جست برق شوق از موسیٰ و شمع طور شد

نظر بروی کرشمهٔ آشنا که میگردد —— بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

کرده ام از مهر لب نقد بیانها در گره —— بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

ز خلق آزرده گشتم دیا لش در خویش حاصل شد غبار خاطر آخر توتیائی دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی بچوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

محمد[2] اسمعیل غافل بازنداری

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت۔ بخطاب روشن رقم سربلندی یافته در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلت و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود۔ اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صرفی ضائع و تلف شده بود۔ نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر پادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده۔ و در انشاپردازی یگانهٔ زمانه بود و به دبیری خاص اختصاص داشت۔ از فکر سخن نیز بهره مند بود۔

---

[1] ذکرش در نسخه ب نیست۔ در نسخه ج تخلصش عزلت است [2] ذکر این شاعر هم در نسخه ب نیست۔

ناخلفی از و مانده همه مسودات و اشعارش ضائع ساخت - این چند بیت و رباعی که بر السنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت ؎

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد — مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش
ز شوق لذت زخمش ز بس در اضطراب افتد — مشبک گردد از یک تیر سرتا پای نخچیرش
چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت — که بی زنجیر نه نشیند بروی صفحه تصویرش
ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم — نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگذرد تیرش

کار آسان نیست بی او زیستن — سخت جانیها حساب دیگر است

چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در ره است — بی نوای نالهٔ[۱] هی هی موسم فریاد هی

رباعی
چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد — پیریست نه کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی — در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد — صبر دل و طاقت جگر میسوزد
عشق آفت زهار خشک و دامان تر است — آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناخته تا دهر بدین هوش مرا — هر دم بغمی ساخته مدهوش مرا
یکچند بنام و کرم باید خواند — شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم — تا شوم زین هنر از محنت گیتی آزاد
گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم — نو عروس امل و شاهد گلرنگ مراد
ضعف پیری چو قوی گشت قوی یافت ضعیف — طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد
گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید — کس به نیروی هنر عقدهٔ طالع نگشاد

محمد طاهر غنی

صاحب طبع عالی بوده[۲] - پایهٔ سخنوری را بدرجه کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند همچو او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب برنخاسته - دیوانش که سراپا انتخاب است مرزا

---

۱ و: هی نواهی ناله هی هی موسم فریاد هی ۲ ب: بهره در طالب علمی بکمال داشت - در اوائل مشق اشعار خود را بیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید -

محمد علی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میر معز و ناصر علی را فقیر تدوین نموده ـ اکثر شعرش بطرز ایهام است "و غنی" تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[۵۱]ـ روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

بی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست — مصرعی ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر بر ایهام و شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[۵۲] این چند شعر انتخاب نموده میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم — مبادا راه درین بیشه شیر قالی را

کند در هر قدم فریاد خلخال — که حسن گلرخان پا در رکابست

با دامن تر شدم بمحشر — گفتند در آفتاب بنشین

می نواز و ساز عیش آنم که طالع یافت قوت — باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت

بر نداریم ز اشعار کسی مضمون را — طبع نازک سخن کس نتواند برداشت

جان بلب از ضعف نتواند رسید — ما بزور ناتوانی زنده ایم

ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی — نگینی می نماید گر نهند آئینه در پیشم

قلم تحریر کرد از سینهٔ چاکم مگر حرفی — که مکتوبم ز صدجا پاره چون بال کبوتر شد

میان یار مانند الف هیچو موی آن دلستان دارد — پر موراست شمشیری که بر موی میان دارد

چون آشیان همیشه جبینم ز چین پر است — یعنی دلم ز دست نوای نازنین پر است

میفرستند به پدر پیرهن خالی را — یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد

اثر به عکس بخشد[۵۳] شمع من از طالع واژون — ز فریاد سپندم چشم بد از خواب برخیزد

چو ان عاشق که برد سر بجیب موم شود — ز دم چو بر در پستی بلند شد[۵۴] نامم

دل بدون یه غنی چون قامتت گردید خم — بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگ مزار

---

۵۱ ب: غنیترا ورا نادیده اتاجدوی از اشعار خود پیش وی فرستاده بود ۵۲ ب: هنگام فکر شعر از جمع مردم انزوا اختیار میکرد یکی از متعلقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که حضور دلش برهم خورد ـ آن مضمون از خاطرش رفت ازین امر خیلی مضطرب گشت ـ به غضب تمام برخاست و بیک ضربت تیغ سرش از تن برداشت ۵۳ ب: دارد ۵۴ ب: نامم شد ـ

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

یاران برند شعر ما را — افسوس که نام ما نبرند

رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می ماند — چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائبا بر یک بیت او رشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ؎

غنی — حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرد و فقیر نیز هر دو نوشته میشود ؎

حکیم — خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

سرخوش — خوردم ز خط فریب جمال عذار او — همرنگ سبزه بود لباس شکار او

شیخ محسن فانی[۲]

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود۔ از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد۔ دو بیت از و یاد است ؎

دیده نهان داشت نقش آن کف پا را — اشک بمردم نمود رنگ حنا را

موی سفید خندهٔ صبح اجابت است — گشتیم پیر بر در او نا دعا رسید

میرزا فصیحی[۳]

از فصحای زمانه بود۔ اشعار ریخته دارد و استاد یگانه است ؎

لبش کز نازکی بار تبسم بر نمی تابد — بخوان غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم

خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان نزدم — آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

حدیثت شوخ و لعلت نازک افکارش کند بسم — مگر آهسته آن لب را تبسم وا رکشای

۱؎ در نسخهٔ (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ها نیست۔ از نسخهٔ (د) نقل میشود۔ غروری، صاحب تلاش است۔ این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ — صد چمن بر هم زدم تا یک قفس آراستم

(رجوع شود بذکر میر برهان عروس کرا ایراد یافت) ۲؎ ج، محمد محسن خانی ۳؎ ب: کامل العصر بود۔ طالب آملی وغیره فضلای زمان او را باستادت قبول داشتند۔ اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۵؎ ب: لبش۔

جرم ما گر بادہ آشامیست مستی جرم کیست — عکس لعل خویش را ما در شراب افگندہ ایم
چون ماہی ساحل طپد از آرزوی دل — زخمی کہ شہیدان ترا بر سپر آمد
شب کہ غمہای ترا پردہ نشین میکردم — از تبسم لب زخمی نمکین میکردم
دوش تقلید جرس کردم صد قافلہ سوخت — آہ گر نالہ پریشان تر ازین میکردم
چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم — بہر شاخ ترنجی آفتاب پیشرس دارم
کو جنون تا ہر نفس در دل سراغی گم شود — سینہ ہمچو موج در گرداب داغی گم شود
شوق[۱] اگر اینست مغز آشفتگان عشق را — نکہت فردوس ترسم در دماغی گم شود

دریک بیت مرزا فصیحی فقیر تصرف کردہ۔ ہر دو نوشتہ میشود ؎

فصیحی — ما تو ایم با گل رعنا درین چمن — کز خون پر یم و رنگ بہ بیرون نمی دہیم
سرخوش — ہم مشرب است با گل رعنا پیالہ ام — کز خون پر است و رنگ بہ بیرون نمی دہد

آقا محمد ابراہیم فیضان

خلف آقا محمد حسین ناجی۔ و در عنفوان شباب بکمالات ظاہری پرداختہ در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمائی عصر خود است۔ و در فن انشا خود ثانی ندارد۔ و در نظم بی نظیر چنانکہ میان ناصر علی میفرمود و درین زمانہ بہ ازین جوان دیگری درین ہنر نیست۔ و خوش نویس ہم بود۔ چند بیت از زادہای طبع اوست کہ بگوش رسیدہ تحریر می یابد ؎

تا کی اختلاف از دست صنعت یک قلم باشد — تفاوتہای کفر و دین شگاف یک قلم باشد
بود منزل رسیدن دل بدست آوردن خوبان — بلند و پست راہ عشق لطف بیش و کم باشد
ستم فہمد زبان غمزہ خونخوار[۲] قاتل را — میان ما و نازش ترجمان تیغ دو دم باشد
نصیبت گر بود ہمچو صدف رزق از سما ریزد — چو قسمت نیست روزی از دہن چو آسیا ریزد
بیتو تا چند بسازد بدل تنگ کسی — از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی
در دل صاف خیال سخن ساختہ نیست — آب آئینہ نیامیختہ با رنگ کسی
کردم از ضبط نفسہای خموشی معلوم — کز شکستہ است پس پردہ آہنگ کسی

۱؎ این بیت از نسخہ (ب) افتادہ است ۲؎ ب: خونریز۔

نبود از شیوهٔ ظلم اینقدر ها چشم یکرنگی — مرا هر دل رسد زخمی[1] ترا چین بر جبین افتد
صافی دل شکست[2] دُرد کینه از پیمانه ام — روشنی پوشیا چون آئینه عیب خانه ام
عداوت در کمال دوستی دارند هم جنسان — چو اختر زد هجوم نور دامن بر چراغ من
نمی باشد چو من حسرت نصیب محشر دردی — ز هر جزو بدن جوشید چون اخگر دم سردی
بهم ناز و نیاز آیینه سازِ الفت اند اینجا — خرام آن پری دارد ز رنگ جسته ام گردی[3]
بیهوده چه سوزی پی دنیا جگر خویش — در خاک چو اخگر نبری مشت زر خویش
برو هر کس که در بزم خموشی راه می داند — که فیض نشئهٔ رطل گران گوش گران دارد

میر غیاث الدین منصور فکرت تخلص

از شرفای ولایت بوده در عهد شاه عالمگیر بهند آمده پانصدی منصب داشت. خوش خلق و خوش فکر بود[4]. این بیت بخط خود در بیاض فقیر نوشته از وست ؎

نمی مانَد سیاهی در دوات دیده آهو را — اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را
ز اشکم گاه مستی نامهٔ اعمال افشان شد — مرا کوه گناه از بادهٔ لعل بدخشان شد
خمار افسرده ام دارد شراب آتشینی کو — که خون مرده را در پوست چون هند بسواند
همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبح محشر هم دمید و خون من خوابیده است
در نامهٔ من نیست بفرمودهٔ حق هیچ — یکحرف به تعلیم درین مشق ندیدم
عمر آخر میشود تا میکشی دل از جهان — کاروان رفتست تا خاری تو از پا میکشی

عبد الرزّاق فیّاض

یک بیت او از زبان میر معز موسوی شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته و فقیر نیز بیتی بهم رسانده

۱ب: زخم و ۲ب: شکسته ۳ب: رنگی ۴ب: از راه قدردانی به فقیر بسیار التفات و مهربانی میکرد. فقیر قصیده که در مدح بخشی الممالک روح الله خان در زمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی گفته بود که این بیت از آن قصیده است ؎

ترک شوخی تکند زانسبب استاد ازل — همچو اطفال کشید دست فلک را به فلک

برده باحسن چه گذرانید و نقلی از راه خوش طبعی نیز در میان آورد که چون ملا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان شاه برآشفتند و پیش یکی صاحب طبع رفته بشورش تمام گفتند که بیبینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه را جواب گفته. آن گفت که بی ادبی دیگر آن که از شاه خوب گفته. نواب خنده کرد و برای فقیر آنچه دلم خواست صله عطا فرمود. میرزا بمنصب پانصدی سرفرازی داشت. در کشمیر فوت شد. (این حکایت با اندک تغییر جائی دیگر در متن مرقوم گشت)

هر سه رقمی میگردد ؎

فیاض	یکبار ناله کرده ام از جوشش اشتیاق[۱] ‌ ‌ ‌ از شش جهت هنوز صدا میتوان شنید
میر معز	باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند ‌ ‌ ‌ پیغام او ز نالهٔ ما میتوان شنید
نثر خوش	منصور سنگسار ملامت بود هنوز ‌ ‌ ‌ یک حرف راز گفته چها میتوان شنید

فغفور[۵۲]

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

فلک دیگر بکام رند دردآشام میگردد ‌ ‌ ‌ عسس و خواب راحت کن که امشب جام میگردد

نثر خوش ‌ کجا غافل ز حق در دیر دُرد آشام میگردد ‌ ‌ ‌ بمسجد سبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی[۵۳]

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت هر دن بسکوت دگر است ‌ ‌ ‌ مسافران عدم انتظار من مبرید[۵۴]

لمب: برد ۵۲ و ۵۳ ذکر هر دو در نسخهٔ ج نیست ۵۴ در نسخهٔ (ه) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از انجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکران است از کیفیتی و نشهٔ معنی غافل نیست۔ چند شعر او که نازکی داشت بر نگاشت۔ منه

نصیحت میفزاید زنبه پاکیزه گوهر را ‌ ‌ ‌ که آب از پیش راه بستن نهد رو در بلندیها

از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند ‌ ‌ ‌ در آستین چو غنچهٔ نرگس پیاله را

افشای راز عشق بود کار دیده را ‌ ‌ ‌ منصور دان سرشک بمژگان رسیده را

عجز شکسته بالان هم نتیجهٔ غرور است ‌ ‌ ‌ پای ز راه مانده بازوی دست زور است

تا نرگست به بزم فسون نگه نشست ‌ ‌ ‌ چشم بتان ز سرمه بخاک سیه نشست

پیمان من بخاموشی ازبس درست بود ‌ ‌ ‌ چون ساغر حباب شکستم صدا نداشت

شوخی پرواز رنگم گرد جولان کسی است ‌ ‌ ‌ قد آهم سایهٔ سرو خرامان کسی است

سینه چاکان محبت را قیامت فرده است ‌ ‌ ‌ صبح محشر گردهٔ شور نمکدان کسی است

دیوانهٔ عشق تو سرانجام ندارد ‌ ‌ ‌ چون نقش عدم خانهٔ من بام ندارد

دل گرفتهٔ من مشکل است باز شود ‌ ‌ ‌ که قفل بر در میخانه از درون زده اند

علاج غفلت بیدا نمی توان کردن ‌ ‌ ‌ گلیم بخت سیه را بخواب می بافند

فرون ز ریگ روان تشنه در بیابان سوخت ‌ ‌ ‌ هنوز دام فریب سراب می بافند

بداغ لاله عذاران درین چمن رفتم ‌ ‌ ‌ بجای گل بفشانید لاله بر خاکم

فارسی

خوش فکر و معنی یاب بود۔ از وست ؎

عشق آمد و آتش تن بی اثرم کرد — از پردۂ دل صاف چو آب گهرم کرد
غنچه سان بهر گلی سر بگریبان دارم — از دلی خون شده راهی بگلستان دارم
یار بهتر زمن احوال مرا میداند — من چسان عیب خود از آئینه پنهان دارم

فوجی

از شعرای بنگاله بود اما صاحب فکر می نماید از وست ؎

موج آب گهر از تاج شهان میگذرد — قطره در مرتبۂ خویش کم از دریا نیست

دارا شکوه قادری

ملقب به شاه بلند اقبال ولی عهد شاهجهان بادشاه زاده خوش خلق و خوش رو و متحمّل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحّد محقق بوده۔ طبعی بلند و ذهنی رسا داشت۔ مطالب صوفیه را در رباعی و غزل منظوم میکرد۔ بحسب اعتقادی که در سلسلۂ عالیۂ قادریه داشت قادری تخلص میکرد و به ملاشاه خلیفۂ میان شاه میر لاهوری دست بیعت داده۔ تحمّل و وقار بحدی داشت که محمد علی ماهر نقل کرد که روز طوی[۵۲] سلطان سلیمان شکوه خلف بزرگش شاعری قصیده گفته آورده سر دیوان میخواند۔ در یک بیت بسته بود که بادشاه زاده کریم الطرفین است۔ شاه بلند اقبال شنیده فرمود که راست گفته۔ پسر کریم الطرفین است هم از پدر و هم طرف مادر بادشاه بن بادشاه است۔ حاجی تمکین که بظرافت پیشگی در مجلس عالی راه داشت عرض کرد که ملا دو پیازه چه خوب گفته که کریم الطرفین[۵۳] .... شاه سر فرو انداخت لرزه براندام اهل مجلس افتاد۔ همه را یقین شد۔ همین که سر برمیدارد این مسخره را گردن زدن میفرماید۔ بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بارخانه فرمود که دیگر این مسخره را در دیوان خاص نگذارند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوالهای دقیق نوشته۔ دیوان مختصر از و جمع شده۔ این چند بیت از وست ؎

---

۵۱ ب: محمد دارا شکوه قادری ۵۲ طوی معرّب توی که لفظ ترکی است بمعنی عروسی ۵۳ عبارت فحش است لهذا حذف شده

هر خم پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که وا شد

بقدر مال باشد سرگرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار

بخیه بر خرقهٔ فنا کیشان — موج آبحیات را ماند

همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

قادر[51]

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت از و بگوش خورده - صاحب قدرت می نماید از وست ؎

سرنوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبروآزاده را

خانزمان[52] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود - در قصیده گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران می ربود[53] ظفرنامهٔ شاهجهان را باحسن وجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرد - چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجائش ندارد - باین حسن ادا ذکر وه ؎

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

و از آنجا که یمین الدوله آصفخان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت[54] بر سریر تدویر جلوس داده بیتی باین خوبی و رسائی گفته ؎

مدان عیب تزویر والا گهر — بود آب در شیر[55] گوهر هنر

چون فیل سفید از جای به تحفگی و غرائب بارگاه جهان پناه آمد بادشاه جم جاه بزر و زیور مزین نمود

---

[51] و [52] ذکر هر دو در نسخه (ج) نیست - در نسخه ۵: حسان زمان بجای خانزمان [53] ب: شعرهای قریب التتبع بسیار میگفت [54] ا: از سر تا تدویر ۵: بر سریر تدویر جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده [55] ا: سیر -

خود بدولت وسعادت سوار شده- ملک الشّعرا رباعی گذرانیده-

برفیل سفیدش که مبینا دگرنا ر — شاه شیفته هرکس که نگاهی افگند
چون شاه جهان بر و برآمد گوی — خورشید شاز سپیده صبح بلند

بجائزهٔ لائق مفتخر و مباهی گشت مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته- وقتیکه بیگم[۵۱] صاحب از شمع سوخته بودند- رباعی گذرانیده[۵۲] بیت آخرش اینست ؎

تا سرزده از شمع چنین بی ادبی — پروانه ز عشق شمع وا سوخته است

گویند با آن کمال ملک الشّعرای روزی غزلی تازه گفته بود- پیش ملّای مکتب داری خوانا چون باین بیت رسید ؎

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح — برخیز که تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری نفسی گفته شود برای صبح مناسبت تمام دارد حاجی[۵۳] قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند-

الحق جای حیرت نیست- همین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی ؎

اَلا فَاسْقِنِی خَمراً وَقُل لِی: "هِیَ الخَمرُ" — وَلَا تَسقِنِی سِرّاً اِذَا اَمْکَنَ الجَهرُ[۵۴]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد- کودکی گفت باستاد خود که میدانی ابونواس از "قل لی هی الخمر" چه اراده کرده است- اُستاد گفت نمیدانم- گفت از گرفتن جام شراب چهار حواس متلذّذ میشود باصره از دیدن- و ذائقه از چشیدن- و شامه از بوئیدن- و لامسه از گرفتن- باقی ماند سامعه از گفتن که این شراب است سامعه نیز لذّت یاب میگردد- ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام من برآوردی که من هرگز قصد نکرده ام-

این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را — زود به کردم من بی صبر داغ خویش را

---

[۵۱] ب: نواب علیه عالیه بیگم صاحب [۵۲] ب: پنج هزار صله یافت [۵۳] ب: حاجی آفرین و تحسین کرد و نفسی را بجای قد نوشت و گفت ؎ گاه باشد که کودک نادان — بغلط بر هدف زند تیری

[۵۴] برای شعر ابونواس رجوع شود به اخبار ابونواس ص ۱۴۷ مطبوعه مصر ۱۹۲۴ء مرتبه ابن منظور مصری-

بازم نشسته تا مژه در دل نگاه کیست — روزم سیاه کردهٔ چشم سیاه کیست
دل دادن و سخن نشنیدن گناه من — دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست .

جوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار ازوی — چو آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خودبین — چو شمع آرم برون یکدسته زنار از گریبانش

بالین قدر که ببالین من نهی قدمی — مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است — کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

نگذاشت بخواب عدم شیون بلبل — گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[۵۱]

درچنین فصلی که بلبل مست و گلشن پرگلست — گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

کجا تاب آورد پیش سرشک دیده فرسایم — دو انار ریشه چون شمع مژگان تا کف پایم

چو غنچهٔ گل صد برگ آسمان دو رنگ — بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا — چو شمع زنده سر خویش دیده ام در پا

بلاست هجر عزیزان اگرچه مردم چشم — ز هم بقدر یک انگشت راه خانه جداست

سخن بس بعالم پناه سخنور — صدف را بود مهرهٔ پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود — شیدائی آن شیفتهٔ این نشود
باردل عارف نشود جلوهٔ دهر — آئینه ز عکس کوه سنگین نشود

هرکس که سخن ز قدر و مقدار کند — کی حالت خود توانا اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود پستی جو — شمشیر فرود آید و کار کند[۵۲]

هرکس که کمال خواهد اظهار کند — فکر یاران نیک کردار کند
گردد هنرت بسعی احباب عیان — شمشیر بزور دستها کار کند

---

[۵۱] اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز دارد :-

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم — همسایهٔ دیوار بدیوار شرابیم
دریاکشیم روز بروز از هوای تو — آخر هوای سرو تو ما را نهال کرد

[۵۲] ب : شمشیر فرود آمده هم کار کند۔

قاسم[1] دیوانه مشهدی

از شاگردان رشید میرزا صائب است[2] - تازه گوئی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده - در هند نیامده اما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد این چند بیت از وست - رقمی شده ~

یکبیست حسن بصد جلوه از نقاب چکید | رگ چراغ ز دم خون آفتاب چکید

شبکی[3] بکنج خلوت اگرم دهی اجازت | بمکم چنان لبت را که در و سخن نماند

هست چون اجزای عالم ذرهٔ یک آفتاب | آستین بر هر چه افشانی چراغی کشته

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم | بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی

میروی مستانه بر خاکم نمیدانی که من | در کفن همچو کبابی در نمک خوابیده ام

ز ویرانی بود بام و در کاشانه ما را | زمین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ ما را

کس بادیهٔ عشق بپایان نرسانده است | چندانکه نظر کار کند یک رم آهوست

ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم | غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد

برت عاشق چو مضمون در پیام خود نهان آید | دری چون نامه ام بانگ شکست استخوان آید

خونریز ستم چو یار من شد | گل حلق بریدهٔ چمن شد[4]

قاسم خان

همزلف[5] جهانگیر شاه طبع رسا داشت از وست ~

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون | آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت | دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون

چنان یارم بجدائی که بعد ازین هر گه | بخنده نیز لب از هم اگر جدا نکنم

مردم[6] ز رشک چند به بینم که جام می | لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند

هر که در مجلس ما باده ننوشد قاسم | گر همان مردم چشم است برون باید کرد

---

[1] ج: محمد قاسم مشهدی [2] ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر. [3] من و تو نشسته تنها اگرم دهی اجازت [4] ج، این بیت نیز دارد ~

طفلم آن دم که بتن پیرهن جان پوشید | شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

[5] ب: شوهر منیره خانم که خواهر نور جهان بیگم بود - طبع موزون داشت - در عصر جهانگیری کوس سخن میزد [6] در نسخه ب این بیت بنام قانع نوشته است -

روزی بادشاه آب خالص و خاصه طلبید۔ در پیالهٔ گلی بغایت نازک آوردند۔ همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست۔ بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رساند ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

قانع

بر حقیقت حال او کماهی اطلاعی نیست۔ بیک بیت او قانعیم۔ از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست　　چرخی که خدنگ غمزه را تیز کند

محمد یوسف قدیم[۵۱]

عم زاده مرزا مائل[۵۲] طبع درست داشت۔ در عین جوانی گذشت۔ از وست ؎

یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد　　خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد[۵۳]

استاد سخنوران ابوطالب کلیم*

شاعر عمدهٔ پای تخت صاحب قدرت معنی یاب در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفرنامهٔ شاهجهانی را با داهای رنگین نظم نموده در تعریف اکبرآباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر و غیره مثنویهای دلکش دارد۔ دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت۔ برای تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه با مقطع شعرهای مناسب هر چیز گفته۔ بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند۔ و قتیکه

---

[۵۱] محمد یوسف قابل۔ ب: میرزا محمد شریف قدیم [۵۲] پسر عم مرزا قطب الدین مائل۔ جوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود۔ فکر مثنوی داشت عمرش وفا نکرد [۵۳] ب: فقیر نیز برای خاطر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل ز آلودگیها پاک شد　　خرقهٔ پر بخیه ما کیسهٔ دلاک شد

* اینجا در نسخه (ه) شاعر ذیل مذکور است۔ ذکرش در دیگر نسخه ها نیست۔

عبدالقادر خان خلف وزیرخان عالمگیرشاهی۔ قادر تخلص میکرد۔ خوش فکر است۔ از وست ؎

از هجوم میکشان بر شیشه می لرزد دلم　　جا بمینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

که خوندکار روم در تهنیت نامهٔ جلوس و الاتحریر نمود که شما خود را شاهجهان لقب کرده اید۔ اگر ملک ما و ایران و توران وغیره داخل جهانست شما پادشاهی آنجا ندارید۔ بهتر این نامها نزد خدا عبدالله و عبدالرحمٰن و عبدالرحیم است۔ ازین اسماء اختیار کنند۔ پادشاه بعد مطالعه در فکری شده با آصف خان یمین الدوله مصلحت کردند که باید این لقب خطاب را تغیر داد۔ کلیم خبر یافته قصیده در مدح گذرانید و این مضمون را باین بیت جواب داد۔ از وست ؎

هند و جهان ز روئی عدد چون برابر است ‍ ‍ ‍ ‍ بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

پادشاه خوشوقت شد و همین بیت را در جواب نوشتند۔ و کلیم را بزر سنجیدند۔ چون خان جهان لودهی که سابق پیرا نام داشت باغی شد و بدریا خان روهیله پیوست۔ دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد۔ بعد ازان پیرا نیز بقتل رسید۔ رباعی گذرانید بجائزهٔ لائق سرفراز گشت۔

رباعی ‍ ‍ این مژدهٔ فتح پی به پی چه زیبا بود ‍ ‍ ‍ ‍ این کیف دوبالا چه نشاط افزا بود
از کشتن دریا سر پیرا هم رفت ‍ ‍ ‍ ‍ گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا و دریا و دو پسران رشید او یکجا بدرگاه آمد چاره [151] تاریخ گذرانید بصلات پادشاهانه مفتخر گشت۔ گویند در اوائل جلوس که رایات عالیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود در یکسال چهل قلعه بتصرف در آمد این رباعی گذرانید۔ از وست ؎

شاها بخت تو که نور [152] اقبال گرفت ‍ ‍ ‍ ‍ تیغت ز عدو ملک و زر و مال گرفت
چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی ‍ ‍ ‍ ‍ شاهان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچه دیوانش مشهور است۔ اما چند بیت نوشته میشود ؎

بود آرایش معشوق حال درهم عاشق ‍ ‍ ‍ ‍ سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را
نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه ام ‍ ‍ ‍ ‍ گر برنگ ام ماهی آب وارد دانه نیست
غرق وصال آگه ز آسیب چشم بد نیست ‍ ‍ ‍ ‍ تا دام بر [153] نیابد ماهی خبر ندارد
نجات غرقهٔ بحر تعلق آسان نیست ‍ ‍ ‍ ‍ مگر به تخته [154] تابوت بر کنارا فتد

---

۱۵۱ ب: چاره تاریخ فوت او گفته گذرانید ۱۵۲ ب: کشور اقبال ۱۵۳ ب: نیاید ۱۵۴ ب: ز تخته۔

نیست یکشب که سر شکم گل بستر نشود ـــ تار در[۱] پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود

ابر تا برخاست یاران باده در ساغر کنید ـــ چشم اختر تا نمی بنید دماغی تر کنید

ستم ظاهر او لطف نهانی دارد ـــ صید را میکشد آنشوخ که لاغر نشود

سیاه غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد ـــ شکست افتاد در[۲] دلها چو برگردید مژگانت

سر بسر دلهائی آگه دانهٔ یک سبحه اند ـــ آنچه ما را در دل است از همدگر مستور نیست

مرگ تلخ[۳] و زندگی هم سر بسر درد سر است ـــ پشت و روی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

در کشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده - ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

در کشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد - میرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود هر که در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ بر میخاست -

خواجه کلان

بزرگیش[۴] از کلامش پیداست - از وست ؎

منع بی تابی و بیطاقتی وجامه دری ـــ ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

شیخ سعد الله گلشن

طبعی[۵] درست دارد - مدتی پیش فقیر مشق کرده - جنونی بهم رسانده - از دار الخلافه بر آمده الحال در گجرات بسر میبرد - آخر[۶] بصحبت میرزا بیدل هم جنسیت او را کشید ؎

بدل شوخی نفس در دیده طغیان میکند نازش ـــ پری در شیشه پنهان گشت پیر است پروازش

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت ـــ جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودم[۷] ـــ آئینه خانهٔ دل صدپارهٔ خودم[۸]

ز شوق مهر[۹] رخسار که چشم گریه پیرا شد ـــ چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

۱ ب: از ۲ ب: بر ۳ ب: سخت ۴ ب: معلوم نیست که کجا بود و که بود - یک بیت از وشنیده‌ام ۵ ب: جوانی آزاد طبع و صاحب فکر است - هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده ۶ ب: آخر بصحبت میرزا اسد اخلاص - بهم رسانید ۷ و ۸ ب: خودیم ۹ ب: رخسارها -

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر[1] پیش مصرعه رسانید ع

سرخوش — زبس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

عبد الرحیم کم گو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید - فکری درست داشت[2] بطرف دکن رفت - همانجا درگذشت از وست ؎

بهار آمد ز جوش لاله دارد کوه دیدنها — شرر خار اشکافی میکند از دل طپیدنها

ما خراب[3] رنجش بیجای او گردیده ایم — گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما

گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا — بلاذقی که مکد طفل شیرخوار انگشت

ز زنجیری که عشق انداخت در پای من ای قمری — فتاد آخر ترا هم حلقه در گردن ای قمری

مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی بر تن — زبال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

لامع

بر حقیقت حال او اطلاعی نیست اما اینقدر معلوم میشود که تازه گوئی معنی یاب است -

از وست ؎

ای سپند برق جدت شبنم گلزارها — دست و پا گم کرده سر قدرت رفتارها

در بهارستان جدت بلبلان قدسرا — بوی گل خیزد بجای ناله از منقارها

دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندانرا — گریبان چاک همچون گل کند لعل بدخشانرا

شود گر دشت پیما ناله مجنون سودا یت — بفریاد آورد مانند نی شاخ غزالانرا

گذشتی بر مزارم شورشی انداختی رفتی — کف خاکم را صحرای محشر ساختی رفتی[4]

---

[1] ب: گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد پیش شاعران دیگر مثل مرزا بیدل وغیره خوانده ام کسی نرسانده فقیر بدیهه گفت

[2] ب: در صدد تربیتش بودم که قسمت اورا بطرف دکن برد [3] ب: خراب از [4] نسخه ب شعر ذیل نیز دارد :-

چه خوش باشد که گردد آشنا باهم بر دوشی — رسانیم چو کمان حلقه آغوشی باغوشی

خلاصۂ[1] دودمان مرتضوی میرزا معزالدین محمد موسوی

در[2] خوش خیالی و معنی طرازی و شعر فہمی و انشاپردازی نظیر نداشت۔ در حدّت طبع و دقّت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود۔ باین فضل و کمال از ملک ایران کم کسی برخاستہ باشد چنانکہ خود گوید ؎

من مرغ خوش ترانۂ باغ فضیلتم　　طبع مرا بزمزمۂ شاعری چہ کار

درین بیت مرزا صائب کہ در تعریف عمارت گفتہ ؎

صائب　چون لباس غنچہ تنگی میکند بر دوش گل　　بر شکوہ این عمارت پرنیان آسمان

روبروی او در پیش مصرعہ دخل بجا کرد و نادرست وانمود۔ صائبا بتامل بسیار بر سنج این بیت مطلع شد و قائل گشت۔ فقیر چنین درست کردہ برخواند فرمود کہ حالا درست شد ؎

چون لباس غنچۂ نشگفتہ تنگی میکند　　بر شکوہ این عمارت پرنیان آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت برخواند ؎

ز تیرہ بختی خود آن زمان شدم آگاہ　　کہ مادرم سرپستان خویش کرد سیاہ

گفت معنی تازہ است۔ خوبتر ازین باید بست۔ خود فکر کردہ خوب تر ازان بست ؎

این تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم　　مادر نزادہ ام سرپستان سیاہ کرد

جواب این بیت مرزا طاہر وحید خوب گفتہ۔ خود نیز ازین محظوظ میشد۔ ہر دو نوشتہ میشود ؎

وحید　ہر گل بیاد شمع تو بالی کشودہ است　　خاکسترم چمن شد و پروانہ ام ہنوز

معز　شد گرد باد دامن صحرا غبار من　　بر باد رفت خاکم و دیوانہ ام ہنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ؎

بچہ اندیشہ ام از خاطر ناشاد روی　　چہ بخاطر گذرانم کہ تو از یاد روی

بفقیر فرمود کہ بیا تا طرح کنیم۔ بدیہہ گفت ؎

میر معز　آنچنان نی کہ چو از حادثہ برباد روی　　حسن معنی نگذارد کہ تو از یاد روی

---

[1] ب: خلاصۂ دودمان مصطفوی۔ نقادۂ خاندان مرتضوی۔ سید پاک گوہر عالی نسب میر معزالدین محمد موسوی

[2] ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بودہ۔

فقیر نیز بدیہہ رساند

سرخوش خویش را خاک رہی سازی و برباد روی بازدانست کہ بر تخت روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی درمیان آوردند

علی زجوش بادہ درون نشین بالانشین گردد زموج خندہ تبسم خط برون آید ازان لبہا

خود بفکر تام فرمود

نگہ بر نیشتر[۵۱] بالیدہ می بارد ز مژگانش سخن در برگ گل پیچیدہ میریزد ازان لبہا

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسید

سرخوش نظرہا از لطافت بر رخش باران در آبست سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن در آن[۵۲] لبہا

در حسن ابدال علیخانہ این مطلع در شعرائی پائی تخت انداخت مطلع تازہ

معز ہیچ کس آگاہ ز شرح اشتیاق ما نشد نامۂ[۵۳] ما چون زبان لال ہرگز وا نشد

سرخوش ہیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

ہمۂ[۵۴] عزیزان گفتند کہ کم از مطلع میر نیست۔ فقیر گفت تشبیہ میر تازہ و از من متعارف این قدر تفاوت است۔ ہرگاہ[۵۵] فقیر بخدمتش وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت کہ با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازہ میداریم۔ و اکثر از راہ مہربانی میفرمود کہ در ہندستان شاعر دیدم۔

۵۱: نسخۂ ب: ازان ۵۳ب: نالہ من ۵۴ب: اکثر شعرای آن دور مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو با زمیر گفتہ ای گفتم کہ میر یک زمن گفتہ شکرہا میکردند و غورہای نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع است میر ہم شنیدہ ہیچ در نیافت۔ بعضی گفتند کہ چون تو ہم از شاگردی میر میرزا تو لی ضمنا میگویید۔ آخر ہمہ گفتند کہ ما در نمی یابیم۔ یاری تو بیان کن۔ گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است و از من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف ۵۵ب: برین فقیر اینقدر مہربانی داشتند کہ در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند کہ کتابہا بردارید کہ با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم۔ و برسر مقدمۂ انصاف میدادند و میفرمودند کہ قدرتی دارم کہ ہیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیشی نتوانا گرفت ولیکن وقتی کہ حرف فنا درمیان می آید من درمیمانم زیرا کہ انکار میتوانم و نہ اقرار۔ در احوال جمیع مشائخ خواندہ ام کہ در ذات حق فانی میشوند در ظاہر از میان خود و ایشان ہیچ فرقی نمی یابم ہمچو من میخورند و می آشامند۔ ایشان چہ قسم فانی گشتہ اند و من نیستم۔ فقیر میخندید و می گفت سبحان اللہ

چشم باز و گوش باز و این ذکا خیرہ ام در چشم بندی خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات۔ درین قدر معاملہ بوی پیداست۔

غنی و ناصر علی و سرخوش - و در اوائل فطرت تخلص میکرد - و در آخر ها موسوی مقرر کرده و ازین تخلص بسیار محظوظ بود[۵۱] - خطاب خانی هم بهمین تخلص گرفت[۵۲] - روزی گفت که "افضل اهل زمانه" تاریخ ولادت من است - موافق سنه هزار و پنجاه هجری - فقیر گفت تولد من هم درین سال است و نام من "افضل" این بمن عنایت فرمایند و برای خود فکر دیگر کنند[۵۳]

روزی شخصی به ایشان گفت مصرعه گفته ام پیش مصرعه شما رسانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش منبع اشعار تازه گویان است - از و بپرسیم اگر کسی نگفته باشد پیش مصرعه میرسانم چون بفقیر دوچار شدند و ذکر این مصرعه در میان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما | فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[۵۴] دو منصبدار خلعت پوشیده برای تسلیم حضور ایستاده اند - بمن فرمود که تحقیق کرده بیا که این هر دو را چه خدمت شده - آمده تحقیق کردم یکی را دیوانی بار مقرر گشته و دیگری را خلعت کدخدائی شده - رفته بمیرسانم که یکی را خدمت در آرشد و دیگری را خدمت بار شده - میر خنده ها کرده تحسین نمود - این چند بیت از زاده های طبع شریفش بر سبیل مشتی نمونهٔ خرواریست - از میر معز موسوی ؎

---

۵۱ ب: که ازین هم نسب من ظاهر است و هم حسب من ۵۲ ب: چون بپایهٔ وزارت ممالک دکن دیوانی تن و هزاری منصب سرافراز گردیدند فقیر از شاهجهان آباد بعد تهنیت و مبارکباد رباعی نوشت - رباعی

ایام بکام دوستداران گشته | کار میر از معز بسامان گشته
چیزی که بجا شده بعالم اینست | کان سید پاک موسیخان گشته

۵۳ ب: خنده کرده گفت خوش باشد - روزی مطلعی گفته بخدمت گذرانیدم ؎

خانهٔ دهر تنگ بسیار است | پشت بام فلک هوادار است

بسیار تحسین فرمودند در پیش مصرع عبارت آخر بسته اند بسیار تنگ می یابد گفتم که صاحب بیت خود بسته اند آنرا چه علاج ؎

مباد نامه بسیار بیاییم را ترکنی قاصد | درین مضمون نازک کرده ام بسیار مضمون را

شنیده خاموش باشند ۵۴ عجب مشفق و مهربان بوده وقتی فقیر در لاهور بزنی عاشق بود - چون کوچ رایات عالیات بجانب شاهجهان آباد شد بصد پریشانی ناچار همراه رکاب سعادت روانه شدم - روزی بخانه میر نشسته بودم ذکر آن معشوقه در میان آمد - مرا گریه با فغان بروی داد - میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمود - رباعی

اشکی که مرا ز چشم نم دیده برفت | لخت دل من بود که غلطیده برفت
در هجر تو این نکته بمن شد معلوم | کز دل بره سرشک پاره پاره برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم — در آغوش کفن چیزی چو تب در استخوان دارم

سِد راه معصیتها شد پریشانی مرا — داشت عریانی نگه زآلوده دامانی مرا

کارها پیوسته در بند از کشادِ ناخن است — عقده ها پیچو گوهر خانه زاد ناخن است

ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست — چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب هنران جوش تنک ظرفی هاست — آب یاقوت چو زد جوش رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد — شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما — استاد آب تیغ در روانست خون ما

بحر و کان نارسا افتاد استعداد فیض — گوهر آب دیده و یاقوت خونِ دل نشد

شوقش به برقع از دلِ بیتاب کم نشد — این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغِ من — برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در تهِ پا بود ولی هیچو سپند — گام اول نفسم سوخت ازین آبله پرس

مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بریست — ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست

این سیه[۲] مستی مرا از بادهٔ خود پروریست — شیشه تا موج شکستن میزند[۱] بال پریست

عشق در مصرِ جنون لاف خدائی میزند — حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آیینه دار رازِ دلها میشود — چون نخود با لالِ خموشی نارسا پیدا میشود

حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهر است — کار چون نیکو بود خود کار فرما میشود

حق شناسی حیرت افزای دل آگاه شد — جاده با لبیدا آنقدر پیچید که سدّ راه شد

حیرتم برقع کشای شاهد مقصود گشت — عقدهٔ دل عاقبت پیکانِ تیرِ آه شد

نهان نگذاشت افسون غمش در پردهٔ ناموسی — پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی

شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم — کفِ خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست. بر جمیع سخنوران ماتم شد. میان ناصر علی این خبر شنیده زار گریست

و بهین فقیر دلگیر درین مصیبت گذشت آنچه گذشت الخ

---

[۱] ج: موج ۔ [۲] ا: این سیه مستی قرار ۔ [۳] ب: میابد ۔

حیف دانا مردن و افسوس[۹۱] نادان زیستن

دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاصمند یافته ـه

سرخوش معز الدین محمد موسوی حیف | زعالم سوی ملک معنوی رفت
کشید آه و بگفتا عقل تاریخ | معز الدین محمد موسوی رفت

ـه دریغا رخت هستی زین سرا بست | معز موسویخان سخندان
زحیرت جست[۹۲] دل تاریخ فوتش | خرد گفتا کجا شد موسویخان

از برهمی هنگامهٔ سخن و کساد بازاری اشعار چه نگارم که این قطعه نشاهد حال است ـه

دریغا شعر رخت از دهر بربست | سخن با موسویخان از جهان رفت
ز فوت راجه اپادل نغمه همدرد | نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش جوش عرفان | پس از من خواهد انهم از جهان رفت

آراستهٔ[۹۳] باطن و ظاهر میرزا محمد علی ماهر

استاد همهٔ ان بخته کار انسان صاحبدل کامل عیار بوده با کلیم و قدسی و میر یحیی و غیرهم از شعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته[۹۴]. فقر اختیاری با استقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض پیش مصراع ششماه و هفت ماه فکر میکرد چنانچه برای این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در ششماه مصرع رسانید ع

حاسد اهل سخن داغ زحسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد. نثر شل ظهوری بر مضامین تازه نگاشته گل اورنگ

---

۹۱ ب: صاحیف نادان زیستن ۹۲ ب: خواست ۹۳ ب: واقف اسرار باطن و ظاهر ۹۴ د: پیش دار اشکوه مرید خان شده بود چنانچه فرموده بیت | کرده بارادت انتخابم | بخشید مرید خان خطابم
بعد نوکری دارا شکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشه عزلت اختیار کرده دیگر کمر نه بست. روزی فقیر گفت که ' ایب دانشمند خان میر بخشی و همت خان بخشی تن هر دو بحال شما مهربان چرا منصب معقول نمی گیرید. خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من بآن زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد حرق آتش سوزان ندیده خواهد که بگریزد حلال خوران سرش شکسته بسوزانند.

در مدح شاه اورنگ زیب گل سرسبد فکرهای اوست چند فقره از آن گلدستهٔ معانی ایراد می یابد-

"در عهد صبی بمقتضای سن اگر ببازی گنجفه دست کشادی بشمشیر سرواکردی وز سرخ و سفید گنج دادی تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاهی بادام شنیده بادام چون پستهٔ خندان در پوست نگنجیده

ماهر
آرد از بهر مشق شاه مدام | چشم خوبان سیاهی بادام

در عهد خوش نویسی اش از بسکه یاقوت را مناسبتی بقطعه نویسی نمی بیند- محرران دفتر همایونش یاقوت را قطعه نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده "خواجه ریحان که با خواجه سنبل نسبت هم زلفی داشت" میگفت و دیگر همین تالیف است- واز ساقی نامه من یک قطعه در نعت و یک بیت در بهاریه تازه بر آورده بود که این نصیبه نیست- قطعهٔ مثنوی ساقی نامه سرخوش

شرابیکه پرداز دا ز ماسوی | سزد ساقی آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود | ز خود بی خبر آگه از حق شود
باین بی خودی او بود رهنمون | کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بسته

احمد که چشم و چراغ ایام بود | رونق افزای بزم اسلام بود
زو گشت رسا نشهٔ عرفان بکمال | مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامه از بهاریهٔ سرخوش

سر زلف وا کرده سنبل بناز | شده از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفة العراقین گفته بود- افتتاح کلام از بهاریه کرده مطلعی برای آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد- فقیر گفته بنظر گذرانید

سرخوش
ای بر سر نامهٔ گل زنامت | باران بهار رشحه جامت

او برای ساقی نامهٔ فقیر مطلعی گفته عنایت فرمود

ماهر
بود نامه نقش بخش ادا | که بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد بیگم صاحب بعد مطالعه برین بیت محظوظ شده اند

ماہر　　بذات اوصفات کردگاراست　　کہ خود پنہان و فیضش آشکارست

پانصد روپیہ صلہ عطا فرمود۔ باعتقاد فقیر ہیچ نداد۔ بالیستی بہرین بیت اورا بزر می سنجید۔ پایہ مدح بالاتر ازین چہ باشد۔ فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفته۔ سلامت نفس و شکستگی و گذشتنگی بحدی داشت کہ روزی بخانہ مرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند این مطلع تازہ گفتہ بودم خواندم ؎

سرخوش　کی توانم و بدنزاہدجام صہبا بشکند　　میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند۔ و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانہ دانشمند خان شاہ ماہر دوچار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم۔ حکیم گفت کہ او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعًا میگفتہ باشد و الا من کی لیاقت استادی او دارم چون فقیر بخدمتش رفت فرمود کہ شما چرا گفتہ اید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود چہ مضائقہ بلکہ فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مراو شعر مرا در نظر نمی آرند۔ شاگرد مرا در چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدا ایند۔

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبعی موزون داشت عجزی تخلص میکرد۔ شعر بطرز قدما میگفت فقیر در خدمت او تربیت می یافت در سن ہشت و نہ سالگی روزی براہی میرفت خواجہ سرای خوش روی دید کہ بر بالای چاہ زنخدان خالی داشت۔ این معنی بخاطر آوردہ مطلعی گفتہ ؎

بر زنخدان تو خال سیہی افتاده است　　ہمچو دلو یست کہ بالای چہی افتاده ست

پیش برادر خود خواندم محظوظ شد و مرا در بر کشید و بہ پیشانی بوسہ داد۔ ازان روز در صدد صلاح کار من شد۔ در سن یازدہ سالگی در قصبہ کرانہ دختر صاحب حسن رسن بازی را دیدہ این رباعی گفتم۔ رباعی

سرخوش — آن دلبر بوالعجب که ماہ سیماست — بالائی علم چو گل بشاخ رعناست
نی نی غلطم که آفتاب محشر — یک نیزہ برآمد قیامت برپاست

غلغلۂ این رباعی در تمام میان دوآب افتاد وقاضی پیر محمد راہی وغیرہ سخنوران کہ دران گل زمین بودند پیش پدر فقیر آمدہ گفتند کہ این پسر چیزی میشود ازحال این غافل مباشید۔ درمشق چندمدت کار ازاصلاح برادر گذشت۔ ملا بیخود هرا بخدمت مرزا محمد علی ماہر برد صحبت بایشان موافق افتاد۔ ہمیشہ شعر گفتہ بخدمت میگذرانیدم واصلاح میگرفتم۔ بہمیان ناصر علی اکثر میفرمود کہ در کار طبع این جوان حیرانم ہرگاہ می آید معنی ہای تازہ می آرد۔ از کجا می یابد۔

برہمن بسیری مقبول فکرسخن میکرد۔ روزی پیش نواب سعد اللہ خان این بیت از زادہای طبع خود برخواند ازوست ؎

زمیدان سخن گوی سبق برد — برہمن زادہ از دو برہمن

نواب خندہ کرد۔ درین اثنا مرزا محمد علی ماہر رسید۔ فرمود کہ بشنوید برہمن زادہ از دو برہمن چہ میگوید۔ باز برخواند۔ میرزا گفت ازصلابت نواب عبارت را منقلب کرد۔ ظاہرا چنین گفتہ باشد ؎

براہمن زادہ گوی سبق برد — زمیدان سخن از دو برہمن

برہمن یکی از ہندوان پیشتر بود ودیگر چندربھان تخلص میکرد۔

گویا وجویا دو برادر بودند۔ درکشمیر روزی بشاہ ماہر گفتند کہ ماہر دو برادر تخلص[51] طالب کلیم را باہم چہ قسم بخش کردہ ایم۔ جویا طالب وگویا کلیم۔ شاہ گفت معنیہایش[52] را چہ قسم باہم قسمت کردید۔

فقیر تاریخ وفاتش را چنین یافتہ۔

سرخوش — حیف از بزم جہان ماہر معنی طراز — مست بکنج وصال از قدح موت شد
سرخوش غمدیدہ خواست سال وفاتش زدل — گفت خرد آہ آہ ماہر ما فوت شد

این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

ماہر — چشمم چگونہ دیدن رویت ہوس کند — نظارہ بر چراغ تو کار نفس کند
میکند معشوق از پہلوی عاشق دلبری — از پر خود شمع را پروانہ بیساز دپری

[51] ب: نام وتخلص [52] ب: در۔

تا بدل گردیده‌ام خورسند عالم از من است | در قناعت مور از یکدانه صاحب خرمن است

بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده‌ام | از تنم صد پیرهن بالیده[1] تر پیراهن است

سخن[2] گر عالم از حسن ادا گردید تسخیرش | خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش

بسکه شه دل بسته احوال ملک لشکر است | زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است

آمد شد نفس که بود شد مدار عمر | باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر

تنزلش[3] چو ترقی باختیار مدان | که این نفس زدن شخص روزگار بود

دو بار سوز دل از نو فغان بلند کشد | می دو آتشه در سوختن سپند کشد

حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است

از وست ؎

در من آمیخته از تو اثر پیدا نیست | همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست

آنچنان با تو یکی گشت وجودم ای دوست | که ترا بی تو توان دیدن و بی من نتوان

تمام عمرم با شراب دو ساله گذشت | حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت

روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم | باز می بایست گشتن هر دیواری نداشت

همچون نگین که بهر نگین دان شدست خلق | او را خدا برای کنار آفریده است

رباعی
آنانکه زیکدگر جگر ریش تراند | قومی پسته جماعتی پیشتراند
در غربت بیم مرگ تنهائی نیست | یاران عزیز آنطرف بیشتراند

سعدالله[4] مسیحای پانی پتی

شاعر غرا از هم صحبتان شیدا بود. باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند. چنانچه خود گفته ؎

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز | من به شیدا مانم و ماند بمن شیدائی من

قصه[5] رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده‌اند ؎

---

۱ ب: بالیده ۲ و ۳ این هر دو شعر از نسخه ب افتاده است ۴ ب: ملا سعدالله مسیح ۵ روزمره اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراق نیست امّا بعضی معنی های تازه و غریب فکر کرده چنانچه در مدح شیرینی گفته ؎

غذای نفس زهر فاقه زاده | غلط گفتم که نفسش مرده زاده

مسیحا — دل از عشق محمد ریش دارم | رقابت با خدای خویش دارم

اگرچه این معنی ملا سحابی در رباعی بسته۔

سحابی — آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

امّا این فصیح تر بسته۔ شاید توارد شده باشد۔ و یک بیت در تعریف عصمت سیتا گفته که جمیع خوشخیالان پشت دست گزیدند[1]۔ و این یک بیت را به لک بیت سنجیده اند ؎

تنش را پیرهن عریان ندیده | چو جان اندر تن و تن جان ندیده

روزی مرزا محمد علی ماهر این بیت را میخواند و تحسینها میکرد و میدانست که در نعت گفته۔ فرمود که کاش این همه اشعار که در تمام عمر گفته ام بآن هر دو نصیب میشد و این یک بیت بمن میدادند۔ فقیر گفت که در تعریف عصمت سیتا گفته۔ شنیده بی اعتقاد شد۔ گفت عجب پست فطرت و دون همت بود۔ چه طور معنی را در چه محل فرود آورده[2] و یک بیت در محل فرو رفتن سیتا در زمین نیز گفته امّا خوب گفته ؎

مسیحا — گریبان زمین شد ناگهان چاک | در آمد همچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف رسن بازی رباعی نوشته بود که بالاخر بر یافته[3] در مرثیه امام حسینؑ شهید همان معنی در رباعی و قصیده بسته۔ رباعی سرخوش

کردند چون کوفیان سوی شام روان | بر نیزه سر حسین شاه دو جهان

لرزید فلک که شد قیامت برپا | یک نیزه بر آمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح۔

در بزم عاشقان چو بر آرم ز سینه آه | چه هیزمی که دود کند و ورم افگنند

گر از خراش دلم منکری ببین[4] بی رحم | که پوست کنده سخن میکند او ناخن

---

[1] ب: هیچ یک قدرت ندارد که چنین تواند گفت [2] ه: فقیر این معنی را در رباعی بسته گذرانید۔

شرم آیینه دار است زبس جانان را | پرساخته از گل حیا دامان را

عریان بدنش ندید پیراهن هم | چون در تن جان و تن ندید جان را

میرزا شنیده گفت بارک الله این معنی را خوب مسلمان کردند [3] د: همیشه پشیمان بود که چرا چنین معنی در مدح بزرگی بسته نشد۔ آخر برای مرثیه امام حسینؑ توفیق یافته دوازده رباعی مثل دوازده غزل محتشم گفته در هر رباعی تلاشها کرده۔ وقتی که کوفیان سر مبارک امام بر نیزه روانه شام نمودند۔ در آنجا این طور بستم [4] ب: به بین بی رحم۔

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است۔

مسیحا — برخوان عطای تو مسیحا محروم — چون صورت تصویر که بانشه بخوان

ملّا مفید بلخی

از خاک توران بیچواو معنی یاب صاحب تلاش بر نخاست ۔ تازه فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاهی در بلده ملتان بحضرت منان پیوست ۔ فقیر بعد از استماع این واقعه[51] تاریخ فوتش گفته[52] ۔

سرخوش — مرد ملّا مفید در ملتان — این سخن چون بگوش سرخوش خورد
برکشید آه و سال تاریخش — گفت ملّا مفید بلخی مرد

مفید — از رهائی مگو که چون طاوس — پر و بالم بهر صیاد هست
زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر — از گرفتاری طاوس قفس گلزار است
نگردد تا فغان من هم آواز گرفتاری — زمیل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد

مرا شور محبت برد از جا — پر پرواز شد داغم چو طاوس
بسکه پرشد ز سرمه چشمانش — شد رگ سنگ سرمه مژگانش
تکمه در پیرهن نمی گنجد — از هم آغوشی گریبانش

ناله[53] من هیچو نی جانم بلب آورده بود — یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید
زبسکه کرد پریشان غبار خط توام — نفس ... ناله ... قلم گشت تار تار مرا
ز دست طالع ناساز خویش رسوایم — سیاه بختی من هیچو مشک بو دارد

ملّا معنی[54] کشمیری

گویند که بود هرچه از انگشت بر روی هوا مینوشتند در می یافت و جواب میداد ۔ و یک بیت از و بخاطر است ؎

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پرده رسوا میکند مارا

---

[51] ب: فقیر صحبت او در نیافته امابعد از استماع این واقعه تاریخ فوت او بطریق تعمیه گفته [52] د: باوجود عدم آشنائی
[53] ب: ناله دل [54] ا: معی ۔ ب: مغنی ۔

صالح بیگ ملہم

یک بیت از و یاد است ؎

جلوۂ حسن تو شد دام گرفتاری مرا　　موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

منی کلال

رواج سخنوری در عہد جہانگیر دیده این را ہم سر شاعری پدید آمد۔ طبع موزون ہم رسانده دیوانی مختصر ترتیب داده۔ کلال و خدمتیہ قومی اند که در بانی پادشاہان ہند و امرای عظام بعہده ایشان مقرر است۔ غیر از چوبداری و اہتمام سواری قابل[1] ہیچ کار نیستند۔ جہانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخواندند[2]۔ چندگاه در رکاب نواب معلی خدیو جہان نور جہان بیگم تردد ہا کرده عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقۂ موزونیت خانہ زاد در پیشگاه خلافت جہانداری در میان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزت و اقبال من خواہد بود۔ بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که منی کلال ہم شعر را خوب میگوید امیدوار است که بسمع مبارک رساند۔ بادشاه فرمود که الحال کار شعرا باینجا رسید که چندال بگوید۔ بیگم عرض نمود که خانہ زاد است در حضرت تربیت یافته۔ حکم شد که بیارند۔ چون حاضر شد بشعر خوانی فرمان یافت بی تأمل برخواند ؎

منی بگریہ ہمری دارد ای نصیحت گر　　کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت اینجا ہم رعایت اہتمام که پیشہ او ست از دست نداده۔ دور کنید۔ بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دوباره التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعر خوانی دریابم۔ بیگم باز پادشاه را برین آورد و طلبیدند۔ حکم شد که چیزی بخوان۔ قضارا این بیت بخواند ؎

من میر دم و برق زبان شعلۂ آہم　　ای ہم نفسان دور شوید از سر راہم

بادشاه بخندید و فرمود که به بینید باز پیشۂ خود را جلوه داده و رعایت نموده۔

منعم حکاک شیرازی

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته در خورد سالی فقیر پیش او

---

[1] ب: شائستہ [2] ب: ہزار و پانصدی منصب ہم داشت۔

مشق میکرد۔ در اوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد۔ از وست ؎

آنرا کہ زور بازوی کسب ہنر بود — دست پر آبلہ صدف پر گہر بود

در خمارم روز و شب ہر چند صہبا میکشم — خشک لب چون ساحلم با آنکہ دریا میکشم

می زخُم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید — دست بر دائرہ باشید کہ می می آید

مشہور[2]

بخوش فکری مشہور است۔ این دوبیت از وبگوش خوردہ ؎

خدایا آرزو مطلب بکن[3] حسرت نصیبان را — مدہ دم سردی صبح وطن شام غریبان را

لبالب دار دامانی ز اشکم چون گل از شبنم — مکن از خندہ ہمچون غنچہ ام پر گل گریبان را

میر معصوم کاشی

نیز تلاشی بودہ یک بیت از وبگوش خوردہ ؎

تو از سنجاب داری طوق و من از آہن ای قمری — ببین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

میرزا منعم[4]

دوبیت او از بیاض میر معز نوشتہ آمد ؎

از روی رحم گوش بفریاد ما بدہ — واللہ[5] کام خاطر ناشاد ما بدہ

ای آشنا بیا رچسان آشنا شدی — این شیوہ را بیا بخدا یاد ما بدہ

میرزا قطب الدین مائل

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود۔ از طالب علمی نیز بہرہ داشت۔ با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود[6]۔ آخر کارش بجنون کشید۔ ترک منصب نمودہ در دار الخلافہ شاہجہان آباد فروکش کرد۔ بیست و ہفتم رمضان از سنہ یکہزار و یکصد و ہشت بعد از ہفت روز از فوت میان ناصر علی درگذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواہ" تاریخ یافت۔ این چند بیت از وست ؎

---

[1] ب: بخم [2] ج: مناسب۔ ب: مشہور شاعر خوش فکر ایران بودہ این دوبیت او از بیاض میر معز موسویخان انتخاب شدہ
[3] ب: بکن [4] ا: منعم [5] ب: باللہ کہ ج: واللہ کہ [6] ب: و بر فقیر خود از قدیم مہربانی دارد۔

مرده ام آما بیاد ہمنوایان چمن — می طپد دل چون جرس در چنگل بازم ہنوز
پاک طینت راز دنیا دوری درکار نیست — میتوان چون آب گوہر از سر گوہر گذشت
در کسوت محبت ہمہ لق را پسندند — گر تو سیاہ چشمی من ہم سیاہ روزم
بزم ما بر ہم ز سنگ محتسب کی میشود — شیشۂ ما چون عنب گر بشکند می می شود
بچشم تیرہ دلان روشنی غبار بود[۱] — سحر بکلبۂ شب سیل نوبہار بود
بہ بزم بی خلل میکشان خاموشی — دہان پر گلہ خمیازۂ خمار بود
جوش زن ای نوبہاری تا ہمہ مستان شویم — شور کن ای عندلیبی تا ہمہ نالان شویم
ہستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا — جلوہ کن ای مہ لقای تا ہمہ عریان شویم

مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بودہ۔ یک بیتش را فقیر ادعای دیدہ معنی کردہ بستہ۔ ہر دو نگاشتہ می آید۔

خوی بد ما باعث آسودگی ماست — زنجیر در خانۂ دیوانہ جنونست

سر خوش: خوی بد باعث آسائش دیوانہ شود — گرہ جبہۂ ما قفل در خانۂ ماست

اخوند محمد باقر

یک[۲] چند مناسب تخلص میکرد۔ آخر مشتاق قرار داد و در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر ہمدم و ہم صحبت بود۔ مرد کوکناری در محبت دیاری بسیار درست بود[۳]۔ از وست ؎

بخواب عدم راحتی داشتم — ازین خواب ما را کہ بیدار کرد
در تیرہ ابر طالع خود برق حیرتم[۴] — بی گریہ ہیچگاہ تبسم نمی کنم

ملا ملک قمی

در بیجا پور از اعیان آنجا بود۔ ظہوری ذکرش در ساقی نامہ آوردہ است۔ از وست ؎

خونچکان است ملک تیغ جفا می ترسم
کہ بی اجر بدر خانۂ قاتل برود

---

[۱] ب: شود [۲] ب: اخوند بسران ہمت خان [۳] ب: شعر بسیار گفتہ [۴] ج: حسرتم۔

ملا مشرقی[1]

خوش فکر بود و خوش کلام. این بیت فکرش روشن است ؎

ز کعبه آیم و رشک آیدم بخویشتن بلی | که از زیارت دلهای خسته می آید

نظیری نیشاپوری

گوی[2] فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود. سخن سنجان عصر جهانگیری او را استاد میدانستند. با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت. در همان عصر یک نظیری دیگر بهم رسیده. هر دو برای تقرر تخلص باهم درآویختند. این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن. آخر قرار برین افتاد که نظیری نیشاپوری صاحب مال است ده هزار روپیه خود موافق عدد "یا" باین نظیری مفلس بدهد که او "یا" را دور کرده نظیر برای خود تخلص نگاهدارد[3]. سبحان الله عجب زمانه و خوش عهدی بود که چنین معامله پیش می رفت. الحال اگر صد تا بر سر هم کشته شوند درمی بکس نمی دهند. از وست ؎

پرده برداشته ام از غم پنهانی چند | بزبان میرود امروز گریبانی چند

کشته از بس بهم افتاد کفن نتوان یافت | فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند

بیتو دوشم در درازی از شب یلدا گذشت | آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت

نیش خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست | آفتی بود آن شکار افکن کزین صحرا گذشت

جلوه اش بیهوده از بس محو رخسارش شدم | ناله ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

عشق را کام بجز رخ گلفام تو نیست | صبح امید شب وصل در ایام تو نیست

محبت با دل غمدیده الفت بیشتر گیرد | چراغی را که دودی هست در سر زود درگیرد

آن دهد در گریه پند ما که با ما دشمن است | آنکه میگیرد دستار او را بر یار دشمن است

نادم گیلانی

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بوده. حاجی محمد جان قدسی هر بیتش را بیک اشرفی[4] می خریده. من اشعاره ؎

گذشت از سیر گلستان شیفتگی فزون مرا | ناله عندلیب شد زمزمه جنون مرا

داغ دلان عشق را سیر چمن غم آورد | لاله شگفته دیدم و شد خبر از درون مرا

---

[1] ج: مشرقی ۵۲ ب؛ [2] تا اوائل جلوس جهانگیری پرگو بود ۵۳ ب؛ [3] همچنان کرد ۵۵ ب؛ [4] اشرفی طلا-

معشوق ما بمذهب هرکس برابر است باما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق راز مار[91] او را چه فائده دارد لب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو چو رکن کعبه چهار است شد چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارسائی غریبم چو گل بر سر روستائی

ز عکس زخم خاک هر کوچه زر شد ترا کیسه خالی و من کیمیائی

دوگونه[92] رنج (و) عذاب است جان مجنون را بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

پیچیشی در کفنی خواهم و کنج لحدی غربتم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرقه کردم من او تکیه گه دولت ساخت بسکندر نمدی داد و بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری در دست تو باده آب دریای گل هست

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم بر پیش مصرعه این بیت مصرع رسانده مطلع ساخته ؎

آن شاخ گل که سینه من گلستان اوست عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست[93]

ناظم هروی

اُستاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا با داهای رنگین گفته همه جا دروی

---

[91] ب: مسیحا [92] این بیت از نسخه ب افتاده است [93] این جا در نسخه ب و لا: حالات میر نجات نوشته است - اما ذکرش در نسخه (ا) نیست - از ب نقل میشود -

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر و معنی یابانِ صاحب تلاش در ایران بود طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت بالفعل غزلی از و در بحر خفیف بر زبانها است ؎

شوخ بیداد کرده ایم ترا مطلب استاد کرده ایم ترا

آنقدر ها که یاد ما نکنی آنقدر یاد کرده ایم ترا

من غلام کسی که گفت نجات ما کی آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقه او جامهٔ زرد پوشیده بود بدیهه گفت ؎

چون با قبائی زرد قدش دلبری کند آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشها کرده بهمند نیاماره ـ اشعارش شهرت دارد ـ من اشعاره ؎

آن بلبلم که هرگاه از دل کشم فغان را — از خون چو ساغر می پر سازم آشیان را
گر لب خم شهیدان خشک تا ره دور نیست — جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را
درخانقاه وحدت ذکر مخالفت نیست — چون تار سبحه یک حرف از صد دهن برآید
همتم آزادگان را همعنان افتاده ام — سایهٔ سروم بپای راستان افتاده ام

محمد تقی بیگ انشا

صاحب [۱] طبع است دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد ـ دو بیت از و بیاد است ؎

هرگز ثمر نداد نهال بیان ما — باشد ز برگ بید زبان در دهان ما
چنان گداختی از عکس خویش آئینه را — که جوهرش چو خس از آب میتوان چیدن

ملا نوعی

در اوائل عهد جهانگیری فوت شد ـ شاعر غرای اکبری بوده ـ مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز و گداز گفته ـ وقتیکه هندو زنی با نعش شوهر برای سوختن می آید و پروانه وار قصد آتش میکند ـ این بیت دران وقت گفته ؎

نوعی — چنان مستانه بر آتش نظر کرد — که از بد مستیش آتش حذر کرد

این دو بیت از جملهٔ غزلهای او بالفعل بخاطر آمده ـ من اشعاره ؎

نوعی — بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق — گل شگفته به دلهای بیغمان ماند
سویش چو دوی پیشتر از دیده قدم نه — ور گامی از و دور شوی پای پسین باش ٭

---

[۱] مرد ایرانی است ـ در اجمیر متصل فقیر خیمه زده بود از بندهای همسفر همدگر را نادیده ـ

٭ در نسخهٔ مز(ه) بعد از نوعی ذکر نصرت و نادرت درج است که در دیگر نسخه ها نیست از (لا) اینجا نقل میشود ـ

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراسته و با جمیع فضائل پیراسته فکرهای بلند و اندازهای رسا دارد غزلهای طرحی راخوب میگوید ـ مشق پخته ساخته ـ منه ـ

میکشم بی او مِی نابی که میسوزد مرا — آتش افتاد در چنین آبی که میسوزد مرا

حکیم چند نُدرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذراند ـ طبع درست دارد ـ این ابیات از وست ؎

ای لاله ساخته گل حسن فرنگ را — ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

ملا نازکی

فکرش خالی از نازکی نیست - من اشعاره ؎

نی گلاب است اینکه بر رخسار خوش میزنی — تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

غرش — بچشم مست ز گرمی گلاب می باشد — بروی فتنه خوابیده آب می پاشد -

طالب نصیب

ازو[1] نیز یک بیت نصیب شده - من کلامه ؎

غبار خاطر او گشته ام ز ناتوانیها — گرانی کرد تو قع میکنم میرفتم از یادش

میر نجابت

برادر میر سیادت طبعی رسا داشت - جنونی بود[2] - از وست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین که هم عیب یاب گوهرم — چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم — هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

آقا محمد حسین ناجی

برادر محمد اسمعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکسته تعلیق خطش را کمال خط میرزا محمد حسین واضع الاصل میگیرند در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشا پردازی عدیم المثل است - مدتی در همراهی شاه عالمگیر رفیق برادر بود - از انجا که پادشاهان بغرور سلطنت سیما چنین پادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمیتوانند برگشت -

---

(بقیه نوٹ)

سوز دنجاک هم ز تپ عشق تن مرا — چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها — جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شود گر جلوه در بزم می آن برق مشربها — بجا مانا ز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باند از شکار کیست چشم عشوه ساز او — که هجو رشته دام است مژگان دراز او

ز بزم من بردن چو آن بهار باغ جانم شد — چو شاخ گل گل افشان ز آتش دل استخوانم شد

ز جوش بیخودی گر زیاد روشن راز پنهانم — بمحفل جرعهٔ می شعلهٔ شمع زبانم شد

ز تاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم نازت — چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

[1] ب : معلوم نیست که کجا ئیست و که بود اما یک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد -

[2] ب : نمی دانم که کارش بکجا رسید - یکدو صحبت او را دیده بودم - این دو بیت از وست -

وادرا نظر بر کمال خود تحمل بر غلط و سهو دشوار بود۔ خود مستغنی ازین کار گشته در اہل خدمت بندگی بجامی آورد۔ چنانچه روزی لفظ طیّار را بطای حطّی نوشته بود حضرت ظلّ الٰہی قلم زده بتای قرشت نوشته و بر زبان مبارک گذشت که اشرف خان عرض کرده است که این لفظ فارسی است وطای حطّی در فارسی نمی آید۔ او در جواب عرض کرد که اینهم کلّیه نیست۔ جهت رفع اشتباه۔ صد و شصت وطلا واکثر الفاظ را بحروفی که در فارسی ممنوع عند مینولیسند واگر این لفظ فارسی باشد مخفّف خواهد بود که در یک کلمهٔ فارسی تشدید نیست۔ حکم شد که در درّاج و فرّخ وخرّم چه میگوئی۔ عرض کرد که درّاج عربیست۔ وخرّم معرّب و فرّخ دو کلمه است که ترکیب یافته فر بمعنی زینت واین قسم کلمات بسیار است مثل شبّر وشبّو و شبّار۔ حرف آخر کلمه اول و اول کلمه آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف میدهند مثل اینکه در وضو کن به نیم من استنجا۔ ظاهر میشود که درین لفظ مصطلح توشخانه است که جانور هرگاه از کریز برمی آید میگویند طیّار شد۔ بر زبان مبارک گذشت که فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فهم است۔ او باین سبب از خدمت استعفا نمود با هیچ یک امیری ملتجی نگردید در سنه چهل و پنج عالمگیری که رایات ظفر آیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود بالتماس تولیّت درگاه حضرت قطب الاقطاب یافته در کسب سعادت دنیوی و اخروی میکوشید۔ از منتخبات غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتاده ایم بگرداب اضطراب ـــ چون رشته مانده ایم در آغوش تابها
در غمت بیخودی گذشت گریبان گیرم ـــ تا برم نام رفو پیرهن از یاد م رفت
فتنه را نسبت بچشم می پرستش میدهم ـــ نیم مستش دیده ام ساغر بدستش میدهم
سر کرد غمت بر لب دل تا زدم انگشت ـــ خاری ..... آمد رفتم ..... برسانم

مثنوی[۱] در شکایت روزگار گفته۔ این چند بیت از آن نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چارهٔ آنکس هلاک است ـــ که فکر حاکمانش سنگ خاک است
دهد افسر هر آنکس را که افسار ـــ طپید از نام او چون نبض بیمار

۱۔ ذکر این مثنوی از بعض نسخه ها افتاده است۔

میانی را که با پژنگ خر بست | کمرهای مرصع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته | ز بالاتش همای کرگذشته
بجز خاک مذلت افسرش نه | بجز غم صندل درد سرش نه
چو دیدم اندرین نه طاق افلاک | بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد | بندرت نکتهٔ آن معتبر شد
زر سرخ و سفیدش خرج داده | بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بجنگ او برات شادمانی | همین میر و وزیرش کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار | ای کلوشان که حکمش سوخت ناچار (؟)
درین بازی هراسرد اگرفته | تحکم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور برمن میرساند | ندانم زیر دست که نشاند

از انجا که بایست خان معزالیه خواند چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست

شود گر امر لطفش سایه افگن | برای مزرع امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان | بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آمد هراسش | که ناید خوشهٔ پروین بداسش

بملاحظهٔ آن که خان مار کو تکلیفی کند این چند بیت در عذر آن خواند

ز همت دادن جهان در بر من | بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل | که نگذارم بگیرد از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم | نگیرد شاید از سرمه صدایم

رباعی

خوش باش بنا کامی و مقصد مطلب | بگذر ز طلب دولت سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بر | یعنی مطلب زهرچه باشد مطلب

دل واشد و هرچه بود در من دیدم | یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم
میپرد از اشتیاق بیخودی چشم حباب | وصل را دیدنی چو خانهٔ هستی خراب
بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق | دانه کز برق سالم جست رزق آسیاست

آمد بتی بجلوه دلِ برق آب کن ___ از زین فرو نیامده پا در رکاب کن
مگر بخواب برو یتو وا شود چشم ___ خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
برنگِ آهِ نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم ___ چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام ___ عمر ما چو برق قدر یک بغل وا کردنست

در قصیده[1] منقبت معنی تازه ایجاد نموده ؎

بود یک سایه در دو گوهر پاک ___ جمک در جنبش بیان باشد[ع]

باعتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاء الدین بهائی در نعت بسته و این هردو توفیق یافته اند ؎

بهاء الدین
مرا ز روی تعصب معاندی پرسید ___ پار ز روی چه معنی نداشت روح الله
جواب دادم و گفتم که او مبشر بود ___ با حمد عربی جمع خلق را ز الله
مبشر از پی آنکو بشارت آرد زود ___ روا بود که دو منزل یکی کند در راه

ناطق[2]

کلامش بحسن کلامش ناطق است - خوشگو و معنی بند بوده - از وست ؎

دل دران زلف اگر راه نیابد غم نیست ___ گو بجا باش پریشانیِ ما هم کم نیست
جنونم نالهٔ زنجیر را افسانه میداند ___ دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند
مفلس تر شحی ز توانگر ندیده است ___ کس رشته را بآب گهر تر ندیده است
نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند ___ اوراق گل شکنجهٔ مسطر ندیده است

ملا نسبتی تهانیسری

شاعر نخبه بود بطرز قدیم و بزبان هندی نیز شعر میگفت[3] نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد -
این چند بیت انتخابی از وست ؎

جدا ز ما دلِ ما را بزیر خاک کنید ___ باین ستم زده دریک مزار نتوان بود
هم ز دل دزدید صبر و هم دلِ دیوانه را ___ دزد ما با خانه میدزد و متاعِ خانه را

---

[1] در نسخه ج: این قصیده به ملا نایم منسوب است ۱۲۵ ؛ [2] : ناظم ۱۵۳ ب ؛ [3] : نسبتی دران زبان تخلص میکرد - یعنی ماه - نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابر دی شب که ماه است ع ؎ همچنین در همه نسخه ها -

چون پی دل برون آمد عقل را اول ربود — دزد دانا میکشد اول چراغ خانه را

در پردهٔ خاک نغمه ها هست بسی — آنگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چون ز برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خوش است

نسبتی دل بدرد معتبر است — لاله با داغ آبرو دارد[۱]

قاضی نوری

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده - از وست ؎

چنان کز دور آید اهل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان برخاست چون من در چمن رفتم

بتاراج دل ما هر زمان ای غم چه می آئی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید

با صائب[۲] همسر بود و هم‌عصر - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران - فکرهایش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش قماشی - چند گاه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود - بشاه جم جاه نوشته ؎

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود ؎

وحید چنان کز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — زنی گر بر دو عالم را بهم جانان شود پیدا

ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا

میرود از دل تردد وا کنی گر دیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[۱] د: دارا شکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت ؎

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش

تهی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چون کمان در شکنجهٔ خویش

در نسخهٔ (الف) این قطعه به قاضی نوری منسوب است [۲] ب: سرو سرکردهٔ سخن پردازان زمان و قبلهٔ معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و هم‌عصر بوده - بهند نیامده در این (ایام) بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته - هر بیتش ورد زبان سخنوران است دیوانش مهر معنی گستران است - و بر بعضی فکرهایش مرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهایش کار دست بسته است که حاجت بشرح نیست -

چون نماز قصر غربت زادگان راه عشق — با وجود ناتمامیها قبول درگه اند

ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم — بمن افتاد چون گذردت هزاران ننگ آئی

گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است — سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است

شبه را از وحدتش دست تصرف کوته است — کی تواند دیدهٔ احول دو دیدن روز را

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت سخا — حال منعم گریه بر احوال منعم میکند

ز یاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند — بروی آب جائی قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش — آمد و رفت نفسها جنبش گهواره است

دردا که یکی نیست بعاشق سخن تو — بادام دو مغز است زبان در دهن تو

نه امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر — نشان از ما نبود و کشتی ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفته است پیش از آمدن — نام ها در وقت کندن از نگین افتاده است

رشک چشم احولم سوزد که ز اسباب جهان — هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند — در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت

تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را — شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت — بگوش آید شکست شیشه ام از سینهٔ خارا

فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست — ببال سایه گرفتست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد — نفس صیاد چو در سینه بپیچد دام است

مانند شان موم که ریزد تا شمع زد — شد خانه ها خراب که سرسبز[1] نهال شد

ز شرمم در پس دیوار چون برگ گل رعنا — اگر با لاله روی خویش در یک پیرهن باشم

لبی که زمزمهٔ خواستن بود سازش — صدای ریختن آبروست آوازش

شد هر گره رشتهٔ من تار صنوبر — از بسکه درو ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری — قبای شعله چسپان نیست بر اندام هر خاری

مانده بر خارا نشان صورت شیرین هنوز — شیشهٔ دل را ببین فرهاد چون بر سنگ زد

---

[1] ب: سروش بهار دیده

نگاه گریه آلودم چو گوهر زپشت دیدهٔ پوشیده پیداست

یک بیتش را میر معز و فقیر جواب گفته - هر سه نگاشته می آید ۔

وحید اگر نالم ز رنج خار در پا رفته تا مردم شلی در زیر پای من شکستن میکند دردم

میر معز قدم بر محملم افسون تکلیف وطن هر دم که هیچو عضو از جا رفته افزون میشود دردم

خوشگو بعریانی مراد لگیری دیگر بود هر دم چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بسته - فقیر نیز بیتی نزدیک رسانده هر دو قلمی میگردد ۔

منه کی کسی پنهان تواند شد ز دست انداز مرگ شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

خوشگو پیک پیری چون سامان رفتن کن ز دهر نامهٔ پیچیدهٔ مرگ است هر موی سپید

محمد رفیع واعظ

در صفاهان بفضائل و کمالات مسند آرای افادت و افاضت است - و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیان را مزین میدارد - و در سخنوری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و مرزا طاهر وحید میزند - دیوانش را میر معز بهند آورده شهرت داده[^1] - مثنوی جنگ شاه عباس با اسلم خان اوزبک[^2] بسیار خوب گفته و اقوال دوازده امام را جمع نموده کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشته - ابواب الجنان نام نهاده - قطعه در حمد آن گفته ۔

عطا کرده از گنج انعام خویش بدل یاد خویش و بلب نام خویش

نفس درمیان شد چنان بیسکون که یکپا درونست و یکپا برون

من اشعاره -

عرق ناکرده پاک از محفل ما شد نگار ما درین گلشن سبکتر خاست از شبنم بهار ما

گذشت یک شب در میان سر سهی بالای ما کربلائی شد لباس تیره بختی های ما

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم بی زری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد

باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

[^1]: ب: اینجا صاحب سخن پخته و استاد فن است - فکرهای خوب از سه ۲ فقط در نسخه (ک) اسلم خان نوشته هست در دیگر نسخه ها

[illegible]

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش ــــ که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش

ز آتش پارهٔ خود گرمی وا میکشم امشب[۱۵۱] ــــ چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آن نگاه عشوه ساز او ــــ طناب خیمهٔ لیلی ست مژگان دراز او

نماید خاک راه دم با نگشت عصا پیری ــــ که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا

از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم ــــ کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نمیم

همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار ــــ گر بصورت دور از یاران بمعنی همدمیم

چنان زشتم که تر سیم چشم رحمت بنگرد سویم ــــ مگر فردا کشد رنگ[۱۵۲] خجالت پرده بر رویم

نا استم ز حیرت بار کی برخاست از مجلس ــــ طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد ــــ چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن

چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه ــــ میپرد از دیدن خورشید رنگ از روی ماه

به پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را ــــ نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را

کسی کز بار پیری حلقه شد قد چو شمشادش ــــ سراپا چشم گردیده است و می جوید جوانی را

در آفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن ــــ زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را

قد چون خمیده جمله حواست زبون شود ــــ لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان ــــ چون باز بهر صید بود چشم بستنیم

برگشتیم از جهان ز انسان که رو و اپس کنیم ــــ مرد نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را ــــ که از مژگان نهد انگشت بر سر تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرائیست کز غیرت در آن وادی ــــ گریبان چاک تو ان دید نقش پای آهو را

نقطهٔ جیم جمال آن غنچهٔ خندان اوست ــــ مستزاد مصرعهٔ ابرو صف مژگان اوست

میرزا حسن بیگ رفیق

فکر عالی داشت و معنی یابی استاد - در اوائل جلوس عالمگیری[۱۵۳] منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت - یکدو مرتبه فقیر را با وی اتفاق صحبت افتاد - این بیت

۱۵۱: ز آتش پارهٔ خون گرم چون دامن کشم بیرون ۱۵۲ ب: زنگ ۱۵۳ ب: والا -

تازہ مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت کہ تحفہ ایکہ از ہند میبرم این بیت برجستہ تست ؎

خوش شعر پوشیدہ تہ خرقہ پشمینہ کشم می | چون ابر بود آب نہان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق راست بودن باکج اندیشان بلاست | عکس سرو از آب مواج اژدہاست

بانگین کندہ ہمگامیم در افشای راز | میتوان فہمید حال دل ز نقش پا مرا

آئینہ ایست بر سر راہِ عدم وجود | ہر کس رسید کرد نگاہی و در گذشت

کوہ و صحرا ہمہ یک لعل بدخشانی شد | رنگِ گل بسکہ ز شوقِ تو بیابانی شد

حیرت گداز آن مژہ سرمہ سای را | آمد نشد نگاہ شمار نفس بود

دُرد حرف و صاف خاموشیست لب خاموش دار | این سخن از طوطی و از عکس طوطی گوش دار

جز[۱] نام تو بر زبان نگردد فاش | صد بار اگر زبان بگردانم من

ای جوان در قامتِ خم گشتہ پیران نگر | رفتہ رفتہ زندگی بارِ گرانی میشود

پیر شدی واثق واز کبر نرستی | کوہ بزیر آمد و پلنگ نیامد

محمد[۲] اخلاص واثق تخلص

نو مسلم در صغر سن صحبت حقائق آگاہ شیخ محمد درویش دریافتہ کسب کمال میکرد و توفیق اسلام یافت۔ مدتی از معارف پناہ اسلام خود را پوشیدہ می داشت۔ پدرش کہ قانونگوی کلانور بود خبر یافتہ قصد ہلاکش کرد۔ از انجا گریختہ بخدمت فضائل دستگاہ مولوی عبداللہ خلف مولوی عبدالحکیم سیالکوتی رفت۔ برفاقت ایشان در سنہ بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پرنور آمدہ احراز ملازمت نمود۔ بتلقین بادشاہ دین پناہ شرف اسلام دریافت۔ در علوم ظاہری و انشاپردازی نظیر ندارد۔ گاہ گاہی بتقریبی مصرعی موزون میکند این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

۱ب: جز نام تو بر زبان نگردد۔ صد بار اگر زبان بگردد ۲ا: محمد اخلاق واثق۔

محتسب میکشی از دستِ تو مشکل شده است — شیشهٔ می به بغل آبلهٔ دل شده است
از طپش آسودن دل شاهد مرگ دل هست — نبض از جنبش چو آساید رگِ خوابِ فناست
بینو میریزد نمک در ساغرِ من ماهتاب — گرد کلفت میشود بر بسترِ من ماهتاب
میرسی ظالم بفریادم اگر و قتست وقت — میزنا ورنه شبیخون بر سرِ من ماهتاب

درویش واله

بطرف بنگاله بسر میبرد۔ صاحب معنی بود یک بیت او که برابر لک بیت میتوان گفت

تحریر می یابد از وست ؎

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم — زانکه همچون نغمه تاری بس بود پیراهنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده ؎

شوخش — زیر بارِ خلعتِ منت کجا باشد تنم — چون حباب است آبروی خویشتن پیراهنم

ملا ولی

از حقیقتش کماهی اطلاعی و آگاهی نیست دو بیت او بدست افتاده ؎

ولی — در ماندهٔ[2] احوال خودم این چه حجابست — فارغ بگذر طاقت نظاره که دارد
تهمت زده ام کر دلعشق دگری کاش — پرسیّار[3] که غیر از تو بعالم دگری هست

عبدالواحد وحشت

جوانیست از تهانیسر نو بفکر در آمده تلاش لفظ های شوخ و استعاراتِ بلند دارد

از وست ؎

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است — آرزو در سینه بشکن جلوه آرا نازک است
صد بیابان ناله پرواز خموشی گشته ام — سرمه میدا دند فریادِ دلِ ما نازک است
شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست — شیشه از حیرانی دل کن که صهبا نازک است
بسکه از یاد تو حیرانی قیامت شور بود — جوهر آئینه فریادِ دلِ رنجور بود
در بیابانی که چشم بیخودی وا کرده ایم — هر کفِ خاکی تجلّی خانهٔ منصور بود

---

[1] ا: واله [2] ی: درمانده یا حوالِ خودم [3] ب: پرسند۔

خانمان پرداز ی ہمت تماشا کرده ایم　　صد بیابان عالم از ویرانی ما دور بود

محمد عاشق ہمت

جوان صاحب ہمت و طبع خوشخیال است۔ فکرہای تازه دارد و این شعرہا زادۂ طبع اوست ؎

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود　　آتشی بود آن پری تا شیشۂ ما سنگ بود

در انتظار او نگہم خون شد و چکید　　چشم جدا ز دوست گلوی بریده است

بیا ہنوز غمم از خمار حسرت نیست　　بجام آئینه نه جرعۂ نفس باقیست

ہمت خان[1]

خلف اسلام خان بخشی والاشاہی از امرای عمده بود و طبع مثل ہمت خود بلند داشت۔ گاه گاه مصرعی فکر میکرد ؎

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی　　چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی

بجز خاری که مجنون داشت در دل　　بیابان جنون خاری ندارد

محمد[2] ہاشم

پدر زن فقیر سرخوش۔ مرد صاحب کمال بوده۔ ہفت قلم مینوشت گاہی فکر رباعی میکرد ازوست ؎

رو فقر گزین که فقر بهتر ز غنا　　کان سایه کند در آفتاب[3] فردا

دولت ندہد نجات ز آتش چون فقر　　خسخانه به از قصر بود در گرما

میر یحیی کاشی

از شعرای پای تخت۔ روشناس شاہجہان بادشاه بود۔ تاریخ آبادی شاہجہان آباد را خوب یافته ازوست ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد

---

[1] ذکرش از نسخه ج؛ افتاده است [2] ب: میرزا محمد ہاشم [3] ج: در آفتاب فردا۔

پنجهزار[۱] روپیه صله یافت۔ از پیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گذرانید۔ دران نظم بسته بود ؎

سر راجپوتان جگت سنگه بود — که بر شیشه نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هرچند گفت که سِنگه و سَنگ قافیه نمیشود۔ گفت که ما مُغلیم تفریق این چنین الفاظ را چه میدانیم۔ معذوریم۔ آخر به همین بیت از نظر افتاده۔ بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته۔ بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد۔ ازوست ؎

حرفِ تو میبرد ز دل شوق مِی[۲] شبانه را — لب بگشا و باز کن قُفل شرابخانه را
خرّمی در خاک غربت نیست من هیچ نهال — مشت خاکی از وطن ای کاش بر میداشتم
این هوسها از وجودِ دل تو الد میکند — هر دنا در سینه دارد دل زنِ آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ؎

ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس — بسکه آسان هست این راه میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش۔ مصرعه

احیای سخن چو کرد بیجی جان داد

دیگر شاعری که سر حرف تخلص یا باشد یافته نشد ناچار به همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید۔ اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم نمیتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همین قدر است که درین نسخه ایراد یافته۔ ظاهر است ع

"در هر دهنِ تنگ نبانی دگر است"

اما فقیر بر احوال و اقوال همین عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطّلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سر آمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و بگلشن فطرت موسوم ساخته

---

[۱] ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند [۲] د: ذوق۔

نقل گرفته شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماهر که بر سخن فهمی ایشان همه را اتفاق است تحریر یافته. اجازتست که اگر شعر خوب و معنی برجسته از تازه گوی بگوشش خورده باشمّه از احوال و موافق ترتیب که مقرر گشته در حاشیه یا در متن داخل کنند. حقا که اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعهٔ کمالات خوشنما است و طرفه گلدستهٔ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرّا و الفاظش از تکلفات لغات معرّا. فارسی‌اش صافش همچون آب روان است و روزمرّه شسته و رُفته شیرازیان نظمش از نظم پروین سبقت جو. نثرش بر نثر گلستان سخن گو

سزد این نسخه را گر بر نویسد   به برگ گل ز آب زر نویسد

هر که[۱] این کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد. با انتخاب نمودن هیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا که اکثر شعرا که بتازه گوی مشهور اند اشعار خوب و برجستهٔ ایشان در اینجا مسطور است.

والسّلام علی من اتبع الهدیٰ. هر انتخاب چون پنجه‌ایست اما پنجهٔ ید بیضا. اگر یکی ازان کم کنی عیب است و اگر برای میفزای حماقت و این نمیگویم که این اعزّه سوای این اشعار منتخب دیگر ندارند. بفقیر بوساطت میر معزّ و غیره اعزّه همین قدر رسیده.

تاریخی چند که صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نموده اند. کمی و زیادتی بعضی را بتعمیه درست کرده اند و بعضی تاریخات وقوعی و نادر که بگوش فقیر خورده قلمی میگردد.

تاریخ فتح روم که امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار الله برهانه کرده شیخ صفی رضوان الله بطریق تفاؤل فرموده. غُلِبَتِ الرّوم فی ادنی الارض[۲] یافته اند شاهجهان خوش کرده فرمود که از کتابهای تاریخ تحقیق تاریخ کنند که در هشتصد که عدد "ضاد" است این فتح دست داده است.

---

[۱] این عبارت در نسخهٔ م (۸) نیست و بجای این عبارت ذیل است که در دیگر نسخه‌ها نیست:—

از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ غریبه پرداخته ام. چهار پنج مسوده خود نگاشته مرتب ساخته ام هر مسوده را یاران از غایت شوق بی رُفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفته برده اند. و جابجا شهرت داده. اگرچه مقصود حاصل کلیت اما در اکثر عبارات تغییر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزّه دیگر داخل شده قصّه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوّده‌هاست. هر که سابق دارد بتسوید این بیجان بیبرداز و از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر برنگارد والسّلام

[۲] غلبت الروم فی ادنی الارض.

چون دیدند ظاہر شد کہ در سنہ ہشتصد و پنج فتح روم شدہ - بادشاہ فرمود کہ تفاوت پنج بسیار است - فضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید کہ ضاد ملفوظی بگیر ند فن تعمیہ است - مضائقہ ندارد -

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر عبدالرشید صاحب فرہنگ رشیدی - اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یافتہ

تاریخ فتح بیجاپور کہ بادشاہ عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیہ - اخرجناہم من جنات وعیون و کنوز و مقام کریم - یعنی حرف ہم را بر آوردہ حساب باید نمود -

تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطہروا یافتہ اند -

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبھلی عند علیک مقتدر یافتہ اند -

و تاریخ فوت شیخ عبدالواحد کہ از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافتہ اند -

فقیر تاریخ والدۂ خود فی جنۃ عالیہ یافتہ -

تاریخ فوت عزیزی دخل الجنۃ بلا حساب یافتہ یعنی عدد لفظ حساب باید بر آورد -

تاریخ وفات نواب زیب النساء بیگم ادخلی جنتی یافتہ -

جلوس شاہ طہماسپ صفوی اہل توران مذہب ناحق یافتہ بودند - ایرانیان مذہبنا حق درست کردہ -

تاریخ فوت اکبر شاہ در فارسی ع الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ -

تاریخ فتح بلخ و گریختن نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفتہ ؎

والی توران برآر از ملک توران بعد ازین ثانی صاحب قران نشان بجایش کن حساب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپہ سالار در کتاب ماثر رحیمی آوردہ ؎

خبر رسید کہ عنبر برادر کھرکی — بکشرتی کہ شد از گرد روز روشن شب
بیمن دولت و اقبال خانخانانی — شکست داد ش داراب خان شکست عجب
برای ساعت تاریخ فتح شان گفتم — سر غلام بر از کہ کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابوالفضل کہ باشارۂ جہانگیر شاہ بقتل رسید ؎ تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکهه سهرنا است ؎ باغ را رخنه شد و آب نماند

وقتیکه شاه عباس صفوی نهر آب بروضهٔ منوّرهٔ رضویه آورده حاتم بیگ اعتماد الدوله

تاریخ یافت - آب آمد بروضه داخل شد -

درهمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیه ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله

تکلیف تاریخ آن کرد - اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما در چه علم است - گفت درکل علوم اعتماد

الدوله بی تامل گفت - کل علوم از حلیه ملکوتیه بیرون رود - تاریخ است که چون حساب کردند

درست بود -

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نو ساخته ام تاریخی بگو -

میر گفت انگشتری تاریخ است - بعد ازان انگشتری دیگر برآورد که برای هر دو تاریخ بگو - گفت -

دو انگشتر تاریخ است - مورد عنایات گردید -

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر کن علم تخلص ع

ز روی فضل بیجاپور شد فتح یافته -

تاریخ فتح حیدرآباد ؎ مدد جواز علی وانگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد

تاریخ فوت حافظ داود مغنی ؎ از نغمهٔ داود برون شد آهنگ یافته اند -

تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت - از حوض لطیف آب بردار تاریخ یافته اند -

تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت - دم آبی بخور بیاد حسین - یکی تصرف کرد که دم آبی بخور

گفتن خست است - جام آبی بخور بیاد حسین - درست کرد -

فقیر سرخوش حوض و فواره درخانهٔ خود ساخته بود - حوض و فواره - تاریخ شد[1]

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان درچهار زبان گفته اعجاز است -

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[1] ب: فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بتعمیهٔ لطیف درست کرده و رباعی البته -

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال مرشد دادش خلافت از استقبال

روی طلب آورد جهانی به نیاز تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

ہندی	اتوار ربیع الاول کی دوجی
ترکی	برشنبہ ایکی ربیع الاول (؟)
فارسی	روز یکشنبہ دویم ربیع الاول

تاریخ تولد بابر شاہ شش محرم یافتہ شش درحساب عدد خبر است خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طہماسپ شاہ ظل اللہ یافتہ اند۔

تاریخ فوت شاہ طہماسپ وجلوس شاہ عباس ؎

دوازدہ امام گفت بنشست   دوازدہ امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر ملا شاہ ظل الحق یافتہ[1]۔

تاریخ جلوس شاہ جہان بادشاہ۔ شاہ جہان باشد شاہجہان۔

تاریخ فوت شاہ جہان بادشاہ غازی۔ ز عالم سفر کرد شاہجہان۔

تاریخ فوت جہانگیر۔ جہانگیر از جہان رفت۔

تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خان۔ زمانہ آرام گرفت۔ یافتہ اند عجب تاریخ است مشتمل بر مدح وذم زیرا کہ مہابت خان بشرارت وغرور مشہور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاہ فقیر است وتاریخی بہ ازین متعذر است۔ کم اتفاق می افتد تمام قطعہ نوشتہ شد۔ قطعہ

معین ملت ودین شیخ اسلام آنکہ در قربت   بہ شبلی وجنید ار بازپرسی گویمش ثانی
ربود از عرصۂ دنیا و دین گوی کمالیت   ز درویشان بدرویشی ز سلطانان بسلطانی
فنا از خود بقا با حق بود معلوم درویشان   از آن شد سال تاریخش بحق باقی ز خود فانی

تاریخ ہمایون بادشاہ از بام افتاد۔ مشہور است۔

روزی اکبر بادشاہ با شہزادہ سلیم کہ جہانگیر باشد بخانۂ عزیز کوکہ کہ اعظم خان خطاب داشتہ مہمان شد۔ مہمان عزیز اند شہ وشہزادہ۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جہانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان ہندی فدائیخان کی جورو موئی۔

---

[1] ب: تاریخ تولد عالمگیر شاہ۔ آفتاب عالمتاب۔ یافتہ۔

تاریخ فوت نواب جعفر خان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی میر معز یافته جعفر خان چو موی -
تاریخ فوت همت خان - های همت خان رفت - بطریق تعمیه یافته اند - "ها" را دور کرده حساب
باید کرد -
رسول خان روز بهائی[1] در راه عیدگاه کشمیر پلی بسته بود - تاریخ آن - بر ره دین رسول پل بسته
تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته - کرد بنا عیدگاه شاه جهان بادشاه -
تاریخ چند که فقیر سرخوش یافته
چهار کس از آشنایان فقیر در اکبرآباد در یکسال فوت کردند - از نام هر چهار تاریخ برآورده
وای از دلکام وطاس فولاد و سیدی یار محمد و عبد الواحد -
تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت -
رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی - یافته -
تاریخ تولد پسر خود - اکمل محمد افضل - یافته ام -
تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده - رباعی

از لطف عمیم واهب[2] عزّ و جلّ — چون گشت عمارتم همه مستکمل
شد سال بنای خانهٔ سابق و حال — آن مسکن افضل این مقام فضل[3]

تاریخ تولد اسکندر شان[4] پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد - یافت -
تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر - قران سعد اکبر شد بناهید - یافت -
تاریخ مسجد خود در اکپیش دروازهٔ خود ساخته ام ــه

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جلّ — آراسته این مسجد بزینت[5] و حلل
اندیشهٔ طبع سال اتمامش خواست — دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته - کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب النساء یافته ام -
تاریخ گریختن رانا - ندا آمد که کافر از میان رفت -
تاریخ فوت شیخ سلیمان[6] ــه

---

[1] ا: بهائی [2] ا: واجب [3] ا: اکمل [4] ب: اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب: بازیب و حلل [6] ب: تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود - فقیر از نامش برآورده چنین بسته شده بود -

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا   وارست ز قید هستی بی سر و پا

هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات   پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت وغیره که در حسن ابدال بفقیر شده بود - تاریخ اشراف عدالت یافته ام -

تاریخ - فقیر در خواب می بیند که شخصی میگوید که تاریخ فوت محمد علیخان میرسامان شاه عالمگیر بگو -

فقیر میگوید مرا چه مطلب که در فکر بیهوده وقت ضائع کنم - گوینده میگوید مرد خوب بود البته بگو -

چون بیدار شدم و حساب میکنم - محمد علیخان بمرد - تاریخ بی کم و زیاد برآمد[۵۱] -

فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را هم عدد یافته بسته -

از غیر پرست ذات یزدان صمد   بگذار دوئی بگوی الله احد

سررشتهٔ وحدت مکن از کثرت گم   چون هست یکی وجود و واحد بعدد

سرخوش اگرت نشئهٔ هوش و خرد است   بشتاب براهی که پیمبر بلد است

بر ذات رسول رهنمائی شد ختم   زانرو که رسول و راهنما یک عدد است[۵۲]

اسلام بضد کفر بی شبه و شک   از تقویت شیر خدا شد تبرک

با اول من آمن آمد بحساب   اعداد علی ابن ابیطالب پاک

بر حسب مناسبت چو کردیم نظر   آمد بعدد نیز موافق یکسر

تلخی و غم و یاس و هوس سهو حساب   عامی اعمی عشق و دوست مهر و مادر

سرخوش دگر این عجب که از روی حساب   افتاد بتعداد موافق دریاب

شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می   قرب و شب و سبز و هندی و لعنت و خواب

سرخوش عجب این که ز اتفاق بجد   افتاد موافق بحساب ابجد

ناز و محبوب و عاشقی و آفت   بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت کلمات الشعر التصنیف سرخوش محمد فضل

---

۵۱ ب: تاریخ تولد برادرزادهٔ خود که اسدالله نام داشت - شیرخدا - یافته   ۵۲ ب: هم عدد

فہرست اسما الرّجال

اشارات

ح : حاشیہ

*- : این نشان اسامی آن سخنوران است کہ داخل این تذکرہ گشتہ

اسماء البلاد والاماکن

فہرست کتب